بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۷   نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتیٰ یغیروا ما بانفسھم

انا لرادی الفرایة

الحکم

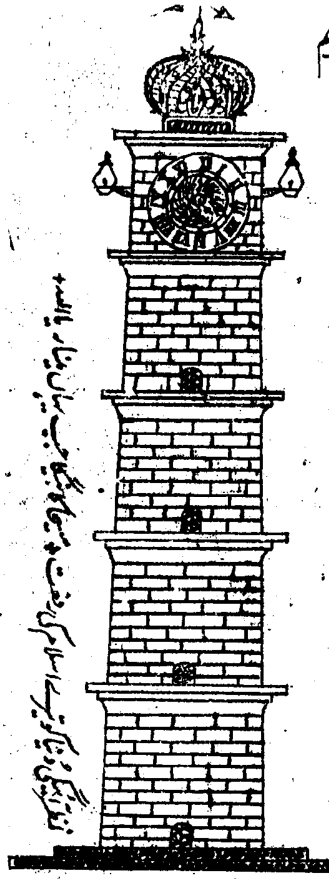
روز دو شنبہ

سنہ ۱۳۲۱ ہجری

حضرت قادیان دار الامان

چہ گویم با تو گر آئی چہا در قادیان بینی
دوا بینی شفا بینی عرض دار الاماں بینی

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی



بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں برمنار بلند تر محکم اوفتاد۔

نظر آئیگی دُنیا کو تیرے اسلام کی رفعت و مسیحا کا بنیگا جب یہاں مینار یا اللہ

[illegible]

جلد | مورخہ ۲۴۔ اگست سنہ ۱۹۰۳ مطابق ۳۰۔ جمادی الاوّل سنہ ۱۳۲۱ ھجری | نمبر ۳۱

کلمات طیبات حضرت حجۃ اللہ علیہ الصلوٰت والسلام

۳۰۔ جولائی سنہ ۱۹۰۳ء

صداقت کا معیار اعدا پر غلبہ ہے۔ فرمایا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تو کس کو معلوم تھا کہ آپ کے ہاتھ سے اسلام سمندر کی طرح دُنیا میں پھیل جاوے گا جب آپ نے دعویٰ کیا تو وہی تین چار آدمی آپ کے ہمراہ تھے جو کہ مسلمان ہوئے تھے اور ابو جہل وغیرہ آپ کو کیسے حقیر خیال کرتے تھے لیکن اگر اب وہ زندہ ہوں تو اون کو پتہ لگے کہ جسے وہ حقیر اور ذلیل خیال کرتے تھے خدا تعالیٰ نے اوس کی کیا عزت کی ہے۔

اعدا کی ناکامی اور اپنی کامیابی پر فرمایا کہ اس کے متعلق حال میں پیشگوئی جو ہوئی ہے اگرچہ وہ ایک رنگ میں پوری ہو گئی ہے تاہم خدا جانے کامل طور پر اس کے پورا ہونے کے لئے وہ کیا منشاء رکھتا ہے۔ اصل جد ایسی پیشگوئیوں کی وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ ہے جو کہ بہت سے اسباب کو چاہتا ہے۔

دُنیا میں حق پسند بہت تھوڑے ہیں اور اقبال پسند بہت زیادہ ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ آخر کار ذی وجاہت لوگوں کو اپنے برگزیدوں کے ساتھ کر دیا کرتا ہے تاکہ عوام الناس اون کے ذریعہ سے ہدایت پاویں کیونکہ عوام الناس میں حق پسندی اور عمیق عقل کم ہوتی ہے اس لئے وہ بڑے بڑے آدمیوں کو دیکھکر اون کے ذریعہ داخل ہوتے اور ہدایت پاتے ہیں۔

۳۱۔ جولائی سنہ ۱۹۰۳ء

اسم ضال اور ہادی کی تجلی۔ بعض زمانہ میں اللہ تعالیٰ کے اسم ضال کی تجلی ہوتی ہے اور بعض زمانہ میں اسم ہادی کی تجلی۔ نیک اور خدا ترس لوگ جس اسم کی تجلی ہوتی ہے اس کے نیچے آتے ہیں اور اپنے رنگ میں اس سے استفادہ کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ صوفی ابن الوقت ہوتا ہے۔ اسم ضال کی تجلی کا زمانہ گذر چکا۔ اور اب اسم ہادی کی تجلی کا وقت آیا ہے۔ اسی واسطے خود بخود طبیعتوں میں اس کفر اور شرک سے ایک بیزاری پیدا ہو رہی ہے۔ جو عیسائی مذہب نے پھیلایا تھا۔ ہر طرف کو خبریں آرہی ہیں کہ دُنیا میں ایک شور مچ گیا ہے اور وہ وقت آگیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی توحید دُنیا میں پھیلے اور وہ شناخت کیا جاوے اس کی طرف اشارہ کر کے براہین احمدیہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف

اور پھر ایک جگہ فرمایا ہے اردت ان استخلف فخلقت آدم۔ جن لوگوں کو کچھ بھی تعلق نہیں ہے وہ بھی مانتے ہیں کہ یہ زمانہ انقلابات کا زمانہ ہے۔ ہر قسم کے انقلابات ہو رہے ہیں اور یہ سب انقلاب ایک آنیوالے زمانہ کی خبر دیتے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال کامل طور پر ظاہر ہوگا۔

اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کو تباہ کرنا چاہتا ہے تو اُس قوم میں فسق و فجور پیدا ہو جاتا ہے۔ فاسق چونکہ زنانہ مزاج ہوتے ہیں اور فسق کی بنیاد ریت پر ہوتی ہے اس لئے وہ... جلد تباہ ہوتے ہیں ذرا سا مقابلہ ہوا اور سختی پڑے تو برداشت کی طاقت نہیں رکھتے۔

ایک شخص نے سوال کیا کہ براہین احمدیہ میں مسیح کے دوبارہ آنے کا اقرار درج ہے۔ خدا تعالیٰ نے پہلے ہی کیوں ظاہر نہ کر دیا۔ فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے ہمکو بتایا ہم نے ظاہر کر دیا اور یہی ہماری سچائی کی دلیل ہے اگر منصوبہ بازی ہوتی تو ایسا کیوں لکھتے۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ اس براہین میں میرا نام عیسیٰ بھی رکھا گیا ہے۔ اس کی بنیاد براہین سے پڑی ہوئی ہے اور علاوہ بریں سنت اللہ اسی طرح

یہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس سال سے پہلے کیوں نبوت کا دعویٰ نہ کر دیا اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام مامور ہونے سے پہلے یوسف نجار کے ساتھ بڑھئی کا کام ہی کرتے رہے غرض جبتک حکم نہیں ہوتا ...... اعلان نہیں کرتے۔ دیکھو جبتک شراب کی حرمت کا حکم نہیں ہوا تھا اُس کی حرمت بیان نہیں کی گئی۔ اسی طرح ہوا کرتا ہے۔ جب خدا تعالیٰ نے ہمپر کھولدیا ہم نے دعویٰ کر دیا۔ بغیر اسکی اطلاع اور اذن کس طرح ہو سکتا تھا۔

پس یاد رکھو کہ ہر ایک نبی کو جب تک وحی نہ ہو وہ کچھ نہیں کہہ سکتا کیونکہ ہر ایک چیز کی اصل حقیقت تو وحی الٰہی سے ہی کھلتی ہے یہی وجہ تھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوا۔ ماکنت تدری ما الکتاب ولا الایمان یعنی تو نہیں جانتا تھا کہ کتاب کیا ہوتی ہے اور ایمان کیا چیز ہے؟ لیکن جب اللہ تعالیٰ کی وحی آپ پر ہوئی تو پھر قل انی امرت وانا اول المؤمنین آپ کو کہنا پڑا اسی طرح آپ کے زمانہ وحی سے پیشتر مکہ میں بت پرستی اور شرک فسق و فجور ہوتا تھا۔ لیکن کیا کوئی بتا سکتا ہے۔ کہ وحی الٰہی کے آنے سے پہلے بھی آپ نے ان بتوں کے خلاف وعظ کیا اور تبلیغ کی تھی۔ لیکن جب فاصدع بما تؤمر کا حکم ہوا تو پھر ایک سکنڈ کی بھی دیر نہیں کی اور ہزاروں مشکلات اور مصائب کی کچھ بھی پروا نہیں کی بات یہی ہے کہ جب کسی امر کے متعلق وحی الٰہی آجاتی ہے تو پھر مامور اُس کے پہنچانے میں کسی کی پروا نہیں کرتے اور اوس کا چھپانا اسی طرح شرک سمجھتے ہیں جس طرح وحی الٰہی سے اطلاع پانیکے بغیر کسی امر کی اشاعت شرک سمجھتے ہیں۔

اگر وہ اس بات کو جسکی اطلاع وحی الٰہی کے ذریعہ سے نہیں ملی بیان کرتا ہے تو گویا وہ یہہ سمجھتا ہے کہ اسے وہ سوجھا ہے جو خدا کو بھی نہیں سوجھتا۔ اور اس گستاخی سے وہ مشرک ہو جاتا ہے اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہ تمام باتیں جو قرآن شریف میں درج ہیں قرآن شریف کے نزول سے پہلے ہی بیان کر دیتے تو پھر قرآن شریف کی کیا ضرورت رہ جاتی غرض جو کچھ ہمیں خدا نے کھولا اور جب کھولا ہم نے بیان کر دیا۔

یکم اگست ۱۹۰۳ء

ایک دوست کے تحریری سوال پر کہ اللہ تعالیٰ شرک کو کیوں معاف نہیں کرتا اور گناہ پر مواخذہ کی کیا وجہ ہے۔ فرمایا۔ گناہوں کے مواخذہ کے متعلق یہہ دیکھنا چاہیئے کہ کیا سنت اللہ میں یہہ داخل ہے یا نہیں؟ وہ ہمیشہ سے مواخذہ کرتا آیا ہے گناہ خواہ از قسم صغائر ہوں یا کبائر اسکا مواخذہ ضرور ہوتا ہے اور یہ انسان ہے اور انسان خود اپنی فطرت میں غور کرے کہ کیا وہ اپنے ماتحتوں اور متعلقین سے کوئی مواخذہ کرتا ہے یا نہیں جب اون سے گناہ سرزد ہوتے ہیں اور وہ کوئی خطا کرتے ہیں؟ یہ فطرتی نقش اس بات پر ایک حجت اور گواہ ہے۔

اور یہ بات کہ شرک کو نہیں بخشتا۔ اگر ایک ایک گناہ پر یہ سوال ہو تو پھر بہت بڑی وسعت دیکر اس سوال کو یوں کہنا پڑے گا کہ وہ ہر قسم کے گناہ کیوں معاف نہیں کر دیتا۔ سزا دیتا ہی کیوں ہے؟ یہہ غلطی ہے پہلی امتوں پر گناہوں کے باعث عذاب آئے اور اب بھی اللہ تعالیٰ اسی طرح گناہوں کا مواخذہ کرتا ہے۔

ہاں ہمارا یہہ مذہب ہرگز نہیں ہے کہ گنہگاروں کو ایسی سزا ابدی ملیگی کہ اس سے پھر کبھی نجات ہی نہ ہوگی بلکہ ہمارا یہ مذہب ہے کہ آخر اللہ تعالیٰ کا فضل اور رحم گناہ گاروں کو بچالیگا اور اسی لئے قرآن شریف میں جہاں عذاب کا ذکر کیا ہے وہاں فعال لما یرید فرمایا ہے۔ گناہ دو قسم کے ہوتے ہیں ایک بندوں کے اور ایک خدا کے جیسے چوری ہے یہ عبد کا گناہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی چوری شرک ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی صفات کو چرا کر دوسرے کو دیتا ہے چونکہ یہ ایک بڑی زبردست ہستی کی چوری ہے اس لئے اسکی سزا بھی بہت ہی بڑی ملتی ہے۔

جو لوگ اس قسم کے سوال کرتے ہیں .. وہ اللہ تعالیٰ کو اپنے قانون اور مرضی کے ماتحت رکھنا چاہتے ہیں کہ جس گناہ کو یہہ چاہیں اُسے بخشدے اور جسکو نہ چاہیں اسے نہ بخشے اسطرح پر کیسے ہو سکتا ہے ہم یہاں دنیا میں اسکا نمونہ دیکھتے ہیں تو آخرت میں کیسے کوئی حاکم ایسا ہے کہ لکھدے کہ فلاں مجرم کو سزا نہ دی جاوے اور تعزیرات ہند کو موقوف کر دیا جاوے تو کیا ایسی درخواست منظور ہو سکتی ہے؟ کبھی نہیں۔ اس طرح پر تو اباحت کی بنیاد رکھی جاتی ہے کہ جو چاہو سو کرو۔

پھر اسی خط میں ایک دوسرا سوال یہ بھی تھا کہ کیوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے کے بغیر نجات نہیں ہو سکتی؟ اس پر فرمایا کہ رسول وہ ہوتا ہے جس پر اللہ تعالیٰ کے انعامات اور احسانات ہوتے ہیں پس جو شخص اس کا انکار کرتا ہے وہ بہت خطرناک جرم کا مرتکب ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ شریعت کے سارے سلسلہ کو باطل کرنا چاہتا ہے اور حلت حرمت کی قیود اوٹھا کر اباحت کا مسئلہ پھیلانا چاہتا ہے اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کیسے نجات کا مانع نہ ہو۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو لاانتہا برکات اور فیوض لیکر آیا ہے اسکا انکار ہو اور پھر نجات کی امید۔ اسکا انکار کرنا ساری بدکاریوں اور بدمعاشیوں کو جائز سمجھتا ہے۔ کیونکہ وہ ان کو حرام ٹھہراتا ہے۔

۲۔ اگست ۱۹۰۳ء

درازی عمر کی اصل | ہمارے مکرم مخدوم ڈاکٹر سید ستار شاہ صاحب اپنی رخصت کے ختم ہونے پر عرض کی کہ میں صبح جاؤں گا فرمایا خط و کتابت کا سلسلہ قائم رکھنا چاہیئے۔ ڈاکٹر صاحب نے عرض کی کہ حضور! میرا ارادہ بھی ہے کہ اگر زندگی باقی رہی تو انشاء اللہ بقیہ حصہ ملازمت پورا کرنے کے بعد مستقل طور پر یہاں ہی رہونگا۔ فرمایا

یہ سچی بات ہے کہ اگر انسان توبۃ النصوح کرکے اللہ تعالیٰ کے لئے اپنی زندگی وقف کر دے اور لوگوں کو نفع پہنچاوے تو عمر بڑھتی ہے۔ اعلاء کلمۃ الاسلام کرتا رہے اور اس بات کی آرزو رکھے کہ اللہ تعالیٰ کی توحید پھیلے۔ اس کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ انسان مولوی ہو یا بہت بڑے علم کی ضرورت ہے بلکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا رہے یہ ایک اصل ہے جو انسان کو نافع الناس بناتی ہے اور نافع الناس ہونا درازی عمر کا اصل گر ہے۔

اپنا الہام | فرمایا تیس سال کے قریب گذرے کہ میں ایک بار سخت بیمار ہوا اور اس وقت مجھے الہام ہوا اما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض اس وقت مجھے کیا معلوم تھا کہ مجھ سے خلق خدا کو کیا کیا فوائد پہنچنے والے ہیں لیکن اب ظاہر ہوا کہ ان فوائد اور منافع سے کیا مراد تھی۔ غرض جو کوئی اپنی زندگی بڑھانا چاہتا ہے اسے چاہیئے کہ نیک کاموں کی تبلیغ کرے اور مخلوق کو فائدہ پہنچاوے۔

جب اللہ تعالیٰ کسی دل کو ایسا پاتا ہے کہ اُس نے مخلوق کی نفع رسانی کا ارادہ کر لیا ہے تو وہ اُسے توفیق دیتا اور اوس کی عمر دراز کرتا ہے۔

جسقدر انسان اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے اور اوس کی مخلوق کے ساتھ شفقت سے پیش آتا ہے اسیقدر اُس کی عمر دراز ہوتی اور اللہ تعالیٰ اُس کے ساتھ ہوتا اور اُس کی زندگی کی قدر کرتا ہے لیکن جسقدر وہ خدا تعالیٰ سے لاپرواہ اور لاابالی

ہوتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس کی پروا نہیں کرتا۔ انسان اگر اللہ تعالیٰ کے لئے اپنی زندگی وقف نہ کرے اور اوس کی مخلوق کیلئے نفع رساں نہو تو یہ ایک بیکار اور نکمی ہستی ہو جاتی ہے بھیڑ بکری بھی بہ اس سے اچھی ہے جو انسان کے کام تو آتی ہے لیکن یہ جب اشرف المخلوقات ہو کر اپنی نوع انسان کے کام نہیں آتا تو پھر بدترین مخلوق ہو جاتا ہے اسی کی طرف اشارہ کر کے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

ان خلقنا الانسان فی احسن تقویم ثم رددناہ اسفل سافلین میں گرایا جاتا ہے۔ پس یہ سچی بات ہے کہ اگر انسان میں یہ نہیں ہے کہ وہ خدا کے اوامر کی اطاعت کرے اور مخلوق کو نفع پہنچاوے تو وہ جانوروں سے بھی گیا گذرا ہے اور بدترین مخلوق ہے۔

کامیابی کی موت بھی درازی عمر ہے۔ اسجگہ ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے کہ بعض لوگ جو نیک اور برگزیدہ ہوتے ہیں چھوٹی عمر میں بھی اس جہان سے رخصت ہوتے ہیں اور اس صورت میں گویا یہ قاعدہ اور اصل ٹوٹ جاتا ہے۔

مگر یہ ایک غلطی اور دہوکا ہے دراصل ایسا نہیں ہوتا یہ قاعدہ کبھی نہیں ٹوٹتا مگر ایک اور صورت پر درازی عمر کا مفہوم پیدا ہو جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ زندگی کا اصل منشا اور درازی عمر کی غائت تو کامیابی اور بامراد ہونا ہے پس جب کوئی شخص اپنے مقاصد میں کامیاب اور بامراد ہو جاوے اور اوس کو کوئی حسرت اور آرزو باقی نہ رہے اور مرتے وقت نہائت اطمینان کے ساتھ اس دنیا سے رخصت ہو تو وہ گویا پوری عمر حاصل کر کے مرا ہے اور درازی عمر کے مقصد کو اُس نے پالیا ہے اس کو چھوٹی عمر میں مرنے والا کہنا سخت غلطی اور نادانی ہے۔

صحابہ میں بعض ایسے تھے جنہوں نے بیس بائیس برس کی عمر پائی مگر چونکہ اون کو مرتے وقت کوئی حسرت اور نامرادی باقی نہ رہی بلکہ کامیاب ہو کر اُٹھے تھے اس لئے اونہوں نے زندگی کا اصل منشاء حاصل کر لیا تھا۔

انما الاعمال بالنیات اگر انسان نیکی نہ کر سکے تو کم از کم نیکی کی نیت تو رکھے کیونکہ ثمرات عموماً نیتوں کے موافق ملتے ہیں یہی وجہ ہے کہ دنیوی حکام بھی اپنے قوانین میں نیت پر بہت بڑا مدار رکھتے ہیں اور نیت کو دیکھتے ہیں اسی طرح پر دینی امور میں بھی نیت پر ثمرات مرتب ہوتے ہیں پس اگر انسان نیکی کرنے کا مصمم ارادہ رکھے اور ... نیکی نہ کر سکے تب بھی اسے اسکا اجر مل جاویگا اور جو شخص نیکی کی نیت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اوسکو توفیق بھی دیدیتا ہے۔ اور توفیق کا ملنا یہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضل پر منحصر ہے دیکھا گیا ہے اور تجربہ سے دیکھا گیا ہے کہ انسان سعی سے کچھ نہیں کر سکتا نہ وہ صلحاء سعداء و شہداء میں داخل ہو سکتا ہے اور نہ اون برکات و فیوض کو پا سکتا ہے۔ غرض

توفیق دعا اور دعا کا طریق

نہ بزور و نہ بزاری نہ بزر مے آید

بلکہ خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ گوہر مقصود ملتا ہے اور حصول فضل کا اقرب طریق دعا ہے اور دعا کامل کے لوازمات یہہ ہیں کہ اسمیں رقت ہو اضطراب اور گدازش ہو جو دعا عاجزی اضطراب اور شکستہ دلی سے بھری ہوئی ہو وہ خدا تعالیٰ کے فضل کو کھینچ لاتی ہے اور قبول ہو کر اصل مقصد تک پہنچاتی ہے۔ مگر مشکل یہ ہے کہ یہ بھی خدا تعالیٰ کے فضل کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔ اور پھر اسکا علاج یہی ہے کہ دعا کرتا رہے خواہ کیسی ہی بیدلی اور بے ذوقی ہو لیکن یہ سیر نہ ہو تکلف اور تصنع سے کرتا ہی رہے اصلی اور حقیقی دعا کیواسطے بھی دعا ہی کی ضرورت ہے۔

بہت سے لوگ دعا کرتے ہیں اور ان کا دل سیر ہو جاتا ہے وہ کہہ اوٹھتے ہیں کہ کچھ نہیں بنتا مگر ہماری نصیحت یہ ہے کہ اس خاک بیزی ہی میں برکت ہے کیونکہ آخر گوہر مقصود اسی سے نکل آتا ہے اور ایک دن آجاتا ہے کہ جب اسکا وہ دل زبان کے ساتھ متفق ہو جاتا ہے اور پھر خود ہی وہ عاجزی اور رقت جو دعا کے لوازمات ہیں پیدا ہو جاتے ہیں۔ جو رات کو اُٹھتا ہے خواہ کتنی ہی عدم حضوری اور بے صبری ہو لیکن اگر وہ اس حالت میں بھی دعا کرتا ہے کہ الٰہی دل تیرے ہی قبضہ و تصرف میں ہے تو اس کو صاف کر دے اور عین قبض کی حالت میں اللہ تعالیٰ سے بسط چاہے تو اس قبض میں سے بسط نکل آئیگی اور رقت پیدا ہو جائیگی یہی وہ وقت ہوتا ہے جو قبولیت کی گھڑی کہلاتا ہے وہ دیکھے گا کہ اسوقت روح آستانہ الوہیت پر پانی کی طرح بہتی ہے اور گویا ایک قطرہ ہے جو اوپر سے نیچے کی طرف گرتا ہے۔

دعا اور مسیح میں نے خیال کیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا واقعہ بھی عجیب ہے اور وہ حالت دعا کا ایک صحیح نقشہ ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کی بد قضاو قدر مقدر تھی اور وہ قبل از وقت اون کو دکھائی گئی تھی اور اُنہوں نے بھی یہی سمجھا تھا کہ اس سے رہائی محال ہے اور پہلے نبیوں نے بھی ایسا ہی سمجھا تھا اور آثار بھی ایسے ہی نظر آتے تھے اسواسطے اونہوں نے بڑی بیکلی اور اضطراب کے ساتھ دعا کی انجیل میں اس کا نقشہ خوب کھینچ کر دکھایا ہے پس ایسی حالتمیں اللہ تعالیٰ نے ان کی قضاء و قدر کو جو موت کے رنگ میں مقدر تھی غشی کے ساتھ بدل دیا۔ اور اونکی دعا سنی گئی چنانچہ انجیل کے مطالعہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ جہاں لکھا ہے فسمع لتقواہ کہ اسکی دعا اس کے تقوے کے باعث سنی گئی اور خدا نے تقدیر ٹالدی اور موت غشی سے بدل گئی اصل بات یہ ہے کہ اگر عیسائیوں کے کہنے کے موافق مان لیا جاوے کہ مسیح صلیب پر مر گیا تو اسے موت کو لعنتی ماننا پڑیگا جسکا کوئی جواب عیسائیوں کے پاس نہیں بلکہ عیسائیوں پر ایک اور مصیبت بھی آتی ہے اور وہ یہ ہے کہ پھر ان کو ماننا پڑیگا کہ مسیح کی یہہ دعا بھی جو اُس نے باغ میں ساری رات رو رو کر کی تھی قبول نہیں ہوئی۔ اور ان میں اور چوروں میں جو ادن کے ساتھ صلیب پر لٹکائے گئے تھے کیا فرق ہوا۔ اُنہوں نے بھی تو صلیب پر مرنے سے بچنے کے لئے دعا کی تھی اور اونہوں نے بھی کی نہ اون کی قبول ہوئی اور نہ انکی مگر ہمارا یہ مذہب نہیں ہے جیسے ہمارے نزدیک مسیح کی موت لعنتی موت نہ تھی جیسا کہ عیسائیوں کا عقیدہ ہے ویسے ہی یہ بھی ہمارا اعتقاد ہے کہ ان کی دعا قبول ہوئی اور وہ صلیب پر سے زندہ اتر آئے۔

نکتہ اصل بات یہ ہے کہ یہ ایک باریک سر ہوتا ہے جسکو ہر ایک شخص نہیں سمجھ سکتا انبیاء علیہم السلام پر اس قسم کے ابتلا اور قضاء و قدر آیا کرتے ہیں جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر بھی آیا اور دوسرے نبیوں پر بھی کسی نہ کسی رنگ میں آتے ہیں اور یہ ایک تجلی ہوتی ہے جس کو دوسرے لوگ موت سمجھتے ہیں مگر یہ موت دراصل ایک زندگی کا دروازہ ہوتی ہے۔

باب الموت صوفی کہتے ہیں کہ ہر ایک شخص کو جو خدا تعالیٰ سے ملنا چاہے ضروری ہے کہ وہ باب الموت سے گذرے۔ مثنوی میں اس مقام کے بیان کرنے میں ایک قصہ نقل کیا ہے۔ (یہاں حضرت نے وہ قصہ بیان کیا جسکا منظوم ترجمہ دیکھو صفحہ ۶۔ میں درج ہے۔)

پس یہ سچی بات ہے کہ نفس امارہ کی مار و بنیں جو یہ جکڑا ہوا ہے اس سے رہائی بغیر موت کے ممکن ہی نہیں۔

واعبد ربک حتی یاتیک الیقین کے معنے اسی موت کی طرف اشارہ کر کے قرآن شریف میں فرمایا ہے واعبد ربک حتی یاتیک الیقین۔ اسجگہ یقین سے مراد موت بھی ہے یعنے انسان کی اپنی ہوا و ہوس پر پوری فنا طاری ہو کر اللہ تعالیٰ کی اطاعت رہ جاوے اور وہ یہاں تک ترقی کرے کہ کوئی جنبش اور حرکت اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی نہ ہو۔

سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب یہ موت انسان پر وارد ہو جاتی ہے تو سب عبادتیں ساقط ہو جاتی ہیں اور پھر خود ہی سوال کرتے ہیں کہ کیا انسان اباحتی ہو جاتا ہے اور سب اعمل ماشئت کچھ اس کے لئے جائز ہو جاتا ہے پھر آپ ہی جواب دیا ہے کہ یہ بات نہیں کہ وہ اباحتی ہو جاتا ہے۔ بلکہ بات اصل یہ ہے کہ عبادت کے اثقال اس سے دور ہو جاتے ہیں اور پھر تکلف اور تصنع سے کوئی عبادت وہ نہیں کرتا۔ بلکہ عبادت ایک شیریں اور لذیذ غذا کی طرح ہو جاتی ہے اور خدا تعالیٰ کی نافرمانی اور مخالفت اس سے ہو سکتی ہی نہیں اور خدا تعالیٰ کا ذکر اس کے لئے لذت بخش اور آرام دہ ہوتا ہے یہی وہ مقام ہے جہاں کہا جاتا ہے اعملوا ماشئتم۔ اس کے یہ معنے نہیں ہوتے کہ نواہی کی اجازت ہو جاتی ہے نہیں بلکہ وہ خود ہی نہیں کر سکتا۔ اس کی ایسی ہی مثال ہے کہ کوئی خصی ہو اور اوس کو کہا جاوے کہ تو جو مرضی ہے کر وہ کیا کر سکتا ہے۔ اس سے فسق و فجور مراد لینا کمال درجہ کی بے حیائی اور حماقت ہے۔ یہ تو اعلیٰ درجہ کا مقام ہے جہاں کشف حقائق ہوتا ہے۔ صوفی کہتے ہیں اسی کے کمال پر الہام ہوتا ہے اس کی رضا اللہ تعالیٰ کی رضا ہو جاتی ہے اسوقت اسے یہ حکم ملتا ہے۔

پس اثقال عبادت اس سے دور ہو کر عبادت اس کے لئے غذا شیریں کا کام دیتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ هذا الذی رزقنا من قبل فرمایا گیا ہے

گناہ سے نجات کیسے ہو

فرمایا گناہ سے نجات محض خدا تعالیٰ کے فضل اور تصرف سے ملتی ہے جب وہ تصرف کرتا ہے اور دل میں وعظ پیدا ہو جاتا ہے تو پھر ایک نئی قوت انسان کو ملتی ہے جو اس کے دل کو گناہ سے نفرت دلاتی ہے اور نیکیوں کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔

ایمان کیلئے ابتلاء ضروری شے ہے

ایک شخص نے اپنی تکالیف اور ابتلاؤں کا ذکر کیا۔

فرمایا

جب اللہ تعالیٰ کسی آسمانی سلسلہ کو قایم کرتا ہے۔ تو ابتلا اسکی جزو ہوتے ہیں جو اس سلسلہ میں داخل ہوتا ہے ضروری ہوتا ہے کہ اسپر کوئی نہ کوئی ابتلا آوے تاکہ اللہ تعالیٰ سچے اور مستقل مزاجوں میں امتیاز کر دے اور صبر کرنیوالوں کے مدارج میں ترقی ہو۔ ابتلا کا آنا بہت ضروری ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا آمنا وهم لا یفتنون۔ کیا لوگ گمان کر بیٹھے ہیں کہ وہ صرف اتنا کہنے پر ہی چھوڑ دیئے جاویں کہ ہم ایمان لائے اور اونپر کوئی ابتلا نہ آوے ایسا کبھی نہیں ہوتا خدا تعالیٰ کو منظور ہوتا ہے کہ وہ غداروں اور سچوں کو الگ کر دے پس ایمان کے بعد ضروری ہے کہ انسان دکھ اوٹھاوے بغیر اس کے ایمان کا کچھ مزا ہی نہیں ملتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو کیا کیا مشکلات پیش آئیں اور اونہوں نے کیا کیا دکھ اوٹھائے۔ آخر ان کے صبر پر اللہ تعالیٰ نے اونکو بڑے بڑے مدارج اور مراتب عالیہ عطا کئے انسان جلد بازی کرتا ہے اور ابتلا آتا ہے تو اوس کو دیکھ کر گھبرا جاتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نہ دنیا ہی رہتی ہے اور نہ دین ہی رہتا ہے مگر جو صبر کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اون کے ساتھ ہوتا ہے اور اونپر انعام و اکرام کرتا ہے۔ اس لئے کسی ابتلا پر گھبرانا نہیں چاہیئے ابتلا مومن کو اللہ تعالیٰ کے اور بھی قریب کر دیتا ہے اور اوس کی وفاداری کو مستحکم بناتا ہے لیکن کچے اور غدار کو الگ کر دیتا ہے

ایک شخص نے ذکر کیا کہ میرا ایک ساتھی تھا مگر ایسے جماعت میں داخل ہونے کے بعد کچھ تکالیف پہنچیں تو وہ الگ ہو گیا۔

فرمایا

تم شکر کرو کہ اللہ تعالیٰ نے تمکو اس ابتلا سے بچا لیا ایک وہ زمانہ تھا کہ تلواروں سے ڈرایا جاتا تھا اور وہ لوگ اس کے مقابلہ پر کیا کرتے تھے خدا تعالیٰ سے دعائیں مانگتے اور کہتے ربنا افرغ علینا صبرا وثبت اقدامنا وانصرنا علی القوم الکافرین

مگر آجکل تو خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ تلوار سے نہیں ڈرایا جاتا۔ اصل یہ ہے کہ جنکو اللہ تعالیٰ اس سلسلہ میں رہنے کے لائق نہیں پاتا انکو الگ کر دیتا ہے وہ ایمان کے بعد مرتد اس لئے ہوتے ہیں کہ قیامت کو جب وہ اپنے رفیق کو جنت میں دیکھیں تو ان کی حسرت اور بھی بڑھے اسوقت وہ کہیں گے کاش ہم اپنے رفیق کے ساتھ ہوتے۔ اپنی ہی کمزوری ہے جو ذرا ذرا سی بات پر یہ لوگ گھبرا جاتے ہیں ورنہ اگر اللہ تعالیٰ کو اپنا رازق سمجھ لیں اور اوسپر ایمان رکھیں تو ایک جرأت اور دلیری پیدا ہو جاتی ہے۔ پس ساری باتوں کا خلاصہ یہی ہے کہ صبر اور استقلال سے کام لینا چاہیئے اور خدا تعالیٰ سے ثبات قدم کی دعا مانگتے رہو۔

کسی کا مرتد ہو جانا کچھ میرے سلسلہ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ منہاج نبوۃ کے ساتھ یہ بات لازمی ہے نبیوں کے سلسلے میں یہ نظیریں ملتی ہیں ہمکو کوئی افسوس نہیں البتہ ایسے لوگوں پر رحم آتا ہے کیونکہ اون کو دو چند عذاب ہوگا اس لئے کہ وہ ایمان لا کر مرتد ہوئے اور پھر بہشت کے پاس پہنچکر واپس ہوئے یہ حسرت کا عذاب ہوگا۔

مشکلات سے مت ڈرو خدا کی راہ میں ہر دکھ اور مصیبت اور بے عزتی اوٹھانے کے لئے تیار رہو تا خدا تعالیٰ تمہاری مصائب کو دور کرے اور تمہاری آبرو کا خود محافظ ہو۔

مومن وہی ہوتا ہے جو خدا کے ساتھ وفادار ہوتا ہے جب ایمان لے آیا پھر کسی کی دھمکی کی کیا پروا ہے تم نے دین کو دنیا پر مقدم کیا ہے۔ اور یہ اقرار کر چکے ہو جب انسان خدا کے لئے وطن احباب اور ساری آسائشوں کو چھوڑتا ہے وہ اوس کے لئے سب کچھ مہیا کرتا ہے اب چاہیئے کہ صادقوں کی طرح ثابت قدم رہے کیونکہ خدا تعالیٰ صادق کا ساتھ دیتا ہے اور اسکو بڑے بڑے درجہ عطا کرتا ہے خدا تعالیٰ اس وقت صادقوں کی جماعت طیار کر رہا ہے جو صادق نہیں وہ آج نہیں کل چلا جائیگا اور اس سلسلہ سے الگ ہو کر رہیگا مگر صادق کو خدا ضایع نہیں کریگا۔

تقویٰ

نمبر ۳

گذشتہ اشاعت سے آگے

سادہ لوح انسان کو حقہ چرٹ پان تمباکو بھنگ۔ چرس۔ افیون۔ سنکھیئے اور دھتورہ کا عادی بنا دیتا۔ لباس اور مکانات کو ریاکاری اور بیہودہ نمایش کا اکھاڑہ بنا دیتا۔ تاش شطرنج مرغبازی اور دیگر ہزلیات کو رواج دیتا بیہودہ بکواس غزلگوئی اور ترنم کی گرمبازاری کرتا ہے۔ تمام عیب اور گناہ ... کور انہ اطاعت سے پیدا ہوتے ہیں۔ مسلمانوں کو صرف و نحو اور معقول و منقول کا دیوانہ اور قرآن سے متنفر اسی بھیڈ چال نے بنایا۔ یہود کو عیسائیوں کا دشمن اور عیسائیوں کو مسلمانوں کا دشمن اور اسی طرح تمام مذاہب کو ایک دوسرے کا دشمن اسی بیہودہ تعالی نے کر دیا۔ قرآنی تراجم کا رواج اسی نے دور کیا اور بلے معنے پڑھنے کا

رواج اسی نے قایم کیا ۔ بچوں ۔ جوانوں اور بوڑھوں کے مذاق کو لغو اور افتراپسندی احمقانہ حال نے بنایا ہر ایک کی فطرتی عقل اور مذاہب کو بھی حماقت لگا ڈالتی ہے ۔ خداوند کریم کی وحدت و عظمت کی بجائے شرک و کفریات یہی رسم پرستی بھرتی ہے اپنے فلسفیانہ طریق پر قرآن مجید اس احمقانہ پرستش کی تردید اسطرح پر فرماتا ہے

قل لایستوی الخبیث والطیب ولو اعجبک کثرۃ الخبیث ج فاتقوا اللہ یا اولی الالباب لعلکم تفلحون ۵ یعنی کہدو کہ خبیث اور طیب برابر نہیں ہوتے اگرچہ خباثت کی کثرت تجکو اچھی معلوم ہو پس اے اہل دانش لوگو خدا سے ڈرو تاکہ تم فلاح پاؤ ۔ پہلا مقولہ ایک توجہ طلب دلیل ہے کہ کثرت قلت ایک علیحدہ امر ہے جو خبیث ہے وہ خبیث ہے خواہ وہ کیسی قدر کثیر کیوں نہ ہو اور جو طیب ہے وہ طیب ہے خواہ کتنا ہی کم کیوں نہ ہو ۔ کثرت کے دباؤ میں نہیں آنا چاہئیے خواہ وہ کثرت کیسی ہی دلکش معلوم ہو بلکہ اے سمجھ والے لوگو خدا سے ہی ڈرو دنیاوی کثرت اور رواج خداوند عالم کی عظمت و جلال کے مقابلہ میں کیا حقیقت رکھتا ہے ۔ یہ سراسر حمق اور جہالت کا کام ہے کہ انسان دنیا کی خوشنودی خدا کو چھوڑ دے اور اس کے احکام کا کچھ خیال نہ کرے اس بشر کا ایمان خدا پر کیسا نکما ایمان ہے جو خدا کو دنیا کی برابر بھی نہیں سمجھتا بلکہ فی الحقیقت وہ مشرک اور بے ایمان ہے ۔ اے دانشمند اگر نجات چاہتے ہو تو خوب سوچ لو اور سمجھ لو کہ نجات کا راستہ سوائے خوف خدا کے اور کوئی نہیں ہوسکتا کیونکہ خدا سے بے خوف اور لاپرواہ ہوکر انسان غلط راستوں میں پڑجاتا اور دین سے محروم رہتا ہے ۔ پھر اس مطلب کو اور الفاظ میں قرآن مجید اس طرح پر بیان فرماتا ہے فاللہ احق ان تخشوہ ان کنتم مؤمنین اگر تم مومن ہو تو سمجھ لو کہ اللہ اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ اس سے خوف کیا جائے پس اگر خدا کو مانتے ہو تو اس بات کو بھی ساتھ ہی مانو کہ اسکا خوف اور اس کی اطاعت سب سے مقدم ہے جو عملاً ایسا ظاہر نہیں کرتا وہ فی الحقیقت مشرک اور بے ایمان ہے ۔ پھر دوسرے الفاظ میں اس مسئلہ کو یاد دلاتا ہے ویحذرکم اللہ نفسہ والی اللہ المصیر ۔ اللہ تمکو اپنی ذات سے ڈراتا ہے کیونکہ اللہ کی طرف سب کی بازگشت ہے

۹ ۔ خدا سے نہ ڈرنا حماقت اور رعونت کی دلیل ہے خلقت کا خوف ریا جھوٹ اور بدی کی طرف لے جاتا ہے پر خدا کا خوف صفائی ۔ راستی اور نیکی کی طرف رسم و رواج کا خوف مشرک و احمق بناتا ہے پر خدا کا خوف موحد و دانشمند حکام کا خوف خوشامد ۔ بے وفائی اور حرامخوری کی طرف مائل کرتا ہے مگر خدا کا خوف صدق و وفا اور نمک حلالی کیطرف برادری اور شہرداری کا خوف رسم پرست اور زیاں کار بناتا ہے پر خدا کا خوف خداپرست اور صلاح کار ۔ پھر کیسی نادانی اور جہالت ہے کہ رسم و رواج سے ڈریں مخلوق سے ڈریں حکام اور برادری سے ڈریں پر خدا سے غافل اور بے خوف بنے رہیں ۔ بدیہی نظر میں یہ سراسر نادانی کی بات ہے کہ خالق کے مقابلہ پر اُس کی مخلوق کا خوف کیا جاوے رب العالمین کے احکام کے مقابلہ پر رسم و رواج کو مانا جائے احکم الحاکمین کے مقابلہ پر دُنیاوی حکام کا خوف کیا جاوے ۔ اے انسان کیا تیرے نزدیک اُس رب العالمین کی کچھ حقیقت نہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے جو جس کے رزق کو چاہے کم کردے اور جس کے رزق کو چاہے زیادہ کردے جسکو چاہے عزت بخشے اور جس کو چاہے ذلیل کردے جس کے حکموں میں کوئی مخل نہیں ہوسکتا جو چاہے تو ایک دم میں زمین اور پہاڑوں کی گرد بناکر اوڑادے ۔

الغرض خدا سے نہ ڈرنا ہر پہلو سے حماقت و رعونت میں داخل ہے قرآن مجید اس حمق کی تشریح اپنے فلسفیانہ طریق سے بہت مقامات پر فرماتا ہے ذیل میں تمثیل کے طور پر چند مقامات درج کیے جاتے ہیں افامن اھل القریٰ ان یاتیھم باسنا بیاتا وھم نائمون ۵ او امن اھل القریٰ ان یاتیھم باسنا ضحیً وھم یلعبون ۵ افامنوا مکر اللہ فلا یامن مکر اللہ الا القوم الخاسرون کیا ان بستیوں کے لوگ اس بات سے نڈر ہوگئے کہ انپر ہمارا عذاب راتوں رات آپڑے اور وہ سوتے پڑے ہوں یا ان بستیوں کے رہنے والے اس سے نڈر ہیں کہ اُنپر ہمارا عذاب دن میں آپڑے اور وہ لہو و لعب میں مشغول ہوں تو کیا اللہ کے نامعلوم فعلوں سے نڈر ہوگئے سو یاد رکھو کہ اللہ کے نامعلوم فعلوں سے وہی نڈر ہوتے ہیں جو برباد ہونے والے ہیں انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء ۵ اللہ سے تو بس وہی لوگ ڈرتے ہیں جو اُس کے بندوں میں سے اہل علم ہیں ۔ مثال کے طور پر ایک احمق و متکبر کے بیان میں قرآن مجید فرماتا ہے ۔ واذا قیل لہ اتق اللہ اخذتہ العزۃ بالاثم فحسبہ جہنم ولبئس المھاد ۵ جب اوس کو کہا جاوے کہ خدا سے ڈر تو نخوت اُس کو پکڑ کر گناہ کی طرف مائل کردیتی ہے پس اُس کے واسطے جہنم کافی ہے اور وہ بہت بُرا ٹھکانا ہے ۔ پھر ایک اور مقام پر فرماتا ہے ۔

افامن الذین مکروا السیئات ان یخسف اللہ بھم الارض او یاتیھم العذاب من حیث لا یشعرون ۵ او یاخذھم فی تقلبھم فما ھم بمعجزین ۵ او یاخذھم علی تخوف فان ربکم لرءوف الرحیم ۵ تو کیا جو لوگ بدی کے منصوبے باندھتے ہیں اون کو اس بات کا خوف نہیں کہ خدا اون کو زمین میں دھنسا دے یا جدھر سے اون کو خبر بھی نہ ہو عذاب اُنپر آنازل ہو یا اون کے چلتے پھرتے خدا اون کو دھڑلے کی حالت میں پکڑلے مگر اصل یہ ہے کہ تمہارا رب بڑی شفقت و رحمت والا ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ سخت بیباکی کی حالت میں بھی لوگوں پر کوئی عذاب نازل نہیں ہوتا) ایک اور مقام پر فرماتا ہے ءامنتم من فی السماء ان یخسف بکم الارض فاذا ھی تمور ۵ ام امنتم من فی السماء ان یرسل علیکم حاصبا ط فستعلمون کیف کان نذیر ۵ کیا تم اُس کے غضب سے نہیں ڈرتے کہ کہیں تم پر پتھر برسادے تو عنقریب تم معلوم کروگے کہ ہمارا ڈرانا کیسا تھا ۔ الغرض خدا سے نہ ڈرنا پرلے درجہ کی حماقت و رعونت اور خبث کے واسطے برباد ہوجانے کی علامت ہے ۔ ہماری بیباکی اس بات کی متقاضی ہے کہ کوئی سخت عذاب ناگہانی طور پر دن میں یا رات میں ہمپر آپڑے زمین پھٹ جائے اور شریر لوگ اُسمیں دھس جائیں یا آسمان کے پتھر برس کر اون کو نیست و نابود کردیں مگر خدا کا علم اور رحم ہماری پناہ ہے وہی ہمکو بچا رہا ہے ۔ ورنہ ہمارے اعمال ایسے نہیں کہ ہم ایک دم کے واسطے امن سے زندہ چھوڑے جاویں ۔

۱۰ ۔ شریروں کے درمیان مومنوں کو بھی بے خوف نہیں رہنا چاہئیے بلکہ بہت ڈرنا چاہئیے ۔ جبتک ہم اپنے جان و مال کو وعظ و نصیحت میں صرف نہ کریں اور تبلیغ احکام کا بار جو صریح بے ایمانیوں اور بے دینیوں کے درمیان ہمپر عین فرض ہے سبکدوش نہ ہوجائیں اسوقت تک عذاب الٰہی سے بری نہیں ہوسکتے ۔ ایسی حالتوں میں جب عذاب الٰہی نازل ہوتا ہے تو چُن چُن کر شریروں کو نہیں پکڑتا تاریخ میں بہت سے سُست اور غافل مومن بھی پکڑے جاتے ہیں چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے واتقوا فتنۃ لا تصیبن الذین ظلموا منکم خاصۃ ج واعلموا ان اللہ شدید العقاب ۔ فتنہ سے ڈرو جو تم میں سے شریروں کو چن چن کر نہیں پکڑے گا اور اس بات کو جانے رہو کہ تحقیق اللہ سخت عذاب دینے والا ہے ۔

۱۱ ۔ جو خدا سے نہیں ڈرتا وہ سخت جھگڑالو فسادی اور مشرک اور دین و دنیا میں برباد ہوجاتا ہے ۔ یہہ

مسئلہ اوپر کے بیانات سے صاف ہو چکا ہے کہ تمام نیکی اور دینداری کی بنیاد خدا ترسی ہے اور تمام بدی اور بیدینی کی بنیاد اُس کا خلاف ہے پس جو ڈرتا ہے وہ ہر طرح سے اپنی اصلاح کرتا اور فساد سے بچتا ہے اوس کی آنکھیں روشن اور عقل صاف و صحیح ہو جاتی ہے ہر طرح کے ظلم و فساد سے اُس کی روح کانپتی اور دور رہتی ہے برعکس اُس کے جو بیباک ہے وہ ہمیشہ بدی اور فساد کی طرف مائل رہتا اس کی آنکھیں اندھی اور عقل خراب رہتی ہے ہر طرح کی شرارت اُسکو اچھی معلوم ہوتی ہے۔ اسطرح پر اوس کا دین برباد ہو جاتا اور ظلم و شرارت کی وجہ سے دُنیا میں جلد تر ذلیل و خوار یا نیست و نابود ہو جاتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم فرماتا ہے افامنوا مکر اللہ الا القوم الخاسرون کیا اللہ کے نامعلوم فعلوں سے نڈر ہو گئے......

...............اور اللہ کے نامعلوم فعلوں سے وہی لوگ نڈر رہتے ہیں۔ جو برباد ہونیوالے ہیں شرک بھی اسوقت تک انسان کو اچھا معلوم ہوتا ہے جب تک خدا کی طرف سے خوف نہیں ہے بلکہ شرک میں مبتلا ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ خدا کی عظمت و ہیبت اس کے اندر کچھ نہیں۔ تبھی ایک انسان یا حیوان یا پتھر یا چاند یا سورج یا ستارہ کو خدا بناتا اور اوس کے آگے جھکتا ہے چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے قال یقوم اعبدوا اللہ مالکم من الہ غیرہ افلا تتقون ۝ (ہود علیہ السلام نے کہا کہ اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو تمہارے واسطے اوس کے سوائے اور کوئی معبود نہیں پس کیا تم خدا سے نہیں ڈرتے ہو (جو اللہ کے شریک ٹھہراتے ہو) واذا قیل لہ اتق اللہ اخذتہ العزۃ بالاثم فحسبہ جہنم ط ولبئس المھاد۔ جب اوسکو کہا جائے کہ اللہ سے ڈر تب اس کو عزت کھینچکر گناہ پر آمادہ کر دیتی ہے۔ پس ایسے شخص کیواسطے جہنم کافی ہے اور وہ بہت بُرا ٹھکانا ہے۔

دارالامان کا ہفتہ

۱- حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مع اہل بیت اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے تندرست ہیں۔ ۱۷- اگست ۱۹۰۳ء کو بعد دوپہر آپ ادائے شہادت کیلئے گورداسپور تشریف لے گئے اور ۱۹- کی شام کو گورداسپور سے روانہ ہو کر رات کو بٹالہ قیام فرمایا اور ۲۰- کی صبح کو مع الخیر دارالامان میں وارد ہوئے اس اثنا میں مندرجہ ذیل وحی آپ پر نازل ہوئی +

۱۸- اگست بعد دوپہر | (۱) ساکرمك اکرامًا حسنا- (۲) ساکرمك اکرامًا عجبا- (۳) ان السموات والارض کانتا رتقا ففتقنٰھما (۴) قل اللہ ثم ذرھم فی خوضھم یلعبون (۵) یسئلونك عن شانك قل اللہ ثم ذرھم فی خوضھم یلعبون (۶) ماتری فی خلق الرحمٰن من تفاوت

۱۹- اگست | الم تر کیف فعل ربك باصحاب الفیل الم یجعل کیدھم فی تضلیل۔

مندرجہ بالا الہامات گورداسپور میں مقدمہ میں پیش ہونے سے بیشتر ہو چکے سنائے گئے اور انکا ظہور جس رنگ میں ہوا یا ہوگا وہ ہم بعد میں انشاء اللہ دکہائیں گے

۲۰- اگست | کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی -

۲۲- اگست | خدا کی پناہ میں عمر گذارو

قادیاں میں حضرت اقدس کو ایک الہام یہہ بھی ہوا تھا انی اری الرحمٰن جل غضبہ علی الارض۔ اس کی تشریح حضرت اقدس نے یہہ فرمائی ہے کہ میں رحمان کو دیکھتا ہوں یعنی اگرچہ خدا رحمان ہے مگر گناہ حد سے بڑھ گیا ہے جس سے اس کا غضب نازل ہو گیا ہے۔

۲- بزرگان ملت بھی خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے خیریت سے ہیں۔

۳- ہفتہ رواں میں بھی بارش خاصی ہو گئی۔

۴- حضرت اقدس کا سفر گورداسپور ایک جدا مضمون ہے جو کسی وقت انشاء اللہ الحکم میں نکلے گا۔

۵- دارالامان کا تعلیم الاسلام ہائی سکول ۲۰- اگست ۱۹۰۳ء سے یکم اکتوبر ۱۹۰۳ء تک موسمی تعطیلات کے لئے بند کیا گیا بورڈر اپنے گھروں کو رخصت ہوئے +

اطلاع

بعض احباب باوجودیکہ پہلے لکھا گیا تھا کہ نمبر ۲۷ و ۲۸ الحکم اگست اور ستمبر کے اخبارات کے ساتھ ہر ہفتہ چار صفحے زائد بھیجکر پورے کر دیئے جاویں گے۔ پھر بھی ان نمبروں کو طلب کرتے ہیں ۱۰- اگست سے الحکم ۲۰ صفحوں پر اسی لئے شائع ہوتا ہے یہ زائد صفحے اسی تلافی مافات کے لئے ہیں + آئندہ یاد رہے۔ مینیجر

سلسلہ عالیہ احمدیہ کی خبریں

ایک احمدی گولڑہ میں

ہمارے مکرم مخدوم بھائی جناب بابو شاہدین صاحب سٹیشن ماسٹر گوجر خاں کا تبادلہ گولڑہ ضلع راولپنڈی کے سٹیشن پر ہوا۔ یہہ گولڑہ پیر مہر علی شاہ صاحب کا ہیڈ کوارٹر ہے بعض نادان کہتے ہیں کہ بابو شاہدین صاحب چونکہ ایک سخت مخالف کے علاقہ میں ہیں جہاں اون کے پیرووں کا (جو سرحدی علاقہ کے پرجوش پٹھان ہیں) زور ہے اور اس لئے وہ امن میں نہ رہ سکیں گے۔ مگر ہم ایسی باتوں کو نہائت حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں پیر صاحب اپنی ذمہ واریوں کو ضرور سمجھتے ہیں کہ اگر خدانخواستہ بابو شاہدین صاحب کو کسی قسم کا نقصان بھی پہنچے تو کم از کم پیر صاحب یا اونکی جماعت اس کے لئے نشانہ بن سکتی ہے۔ ایسی حالت میں بابو شاہدین صاحب کے جان و مال کی بلاواسطہ حفاظت گویا پیر صاحب خود کریں گے + اور ہم امید کرتے ہیں کہ بابو صاحب کو گولڑہ سٹیشن پر کوئی ایسا گزند نہ پہنچیگا جسکا اون کو اندیشہ دلایا جاتا ہے بلکہ پیر صاحب اور اون کی جماعت کو اپنے اخلاق کے ظاہر کرنے کا ایک عمدہ موقع ہاتھ آیا اور ہم امید نہیں کرتے کہ وہ اس موقعہ کو ہاتھ سے جانے دیں ہم دیکھیں گے کہ پیر صاحب اور انکی جماعت بابو شاہدین صاحب سے کس اخلاق سے پیش آتی ہے + محکمہ ریل کے اعلیٰ افسران کو بھی اس امر کا نوٹ ضرور کر رکھنا چاہیئے کہ بابو شاہدین صاحب اس سٹیشن پر ہیں جہاں ان کا ایک سخت مذہبی مخالف اور اس کی ایک جماعت ہے۔ بابو شاہدین صاحب کے اخلاق اور ان کی نرم خوئی جو سلسلہ عالیہ احمدیہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اونمیں پیدا کی ہے ہمکو پورا یقین ہے کہ وہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تعلیم کا ایک عمدہ نمونہ اس سٹیشن پر دکہائیں گے۔ اور صبر۔ برداشت۔ رفق اور ملاطفت سے اپنے سید و مولا امام کی تعلیم اپنے نمونہ سے پیش کریں گے

ترقی

ہمارے مکرم و مخدوم بھائی ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب معقول ترقی حاصل کر کے آگرہ میڈیکل کالج میں پروفیسر ہو کر تشریف لے جاتے ہیں

مبارک

نوٹ۔ میں پھر قادیاں سے باہر تھا ۲۰- کی شام کو واپس آیا جو اخبار کی دیر کا باعث ہے۔ ایڈیٹر

ہمارے واجب الاحترام مخدوم خواجہ کمال الدین صاحب وکیل سلسلہ عالیہ آجکل دارالامان میں ہیں مقدمات کے متعلق مناسب طیاری کے علاوہ بعض اور قومی خدمات میں مصروف ہیں -

---

جناب ڈاکٹر قاضی محبوب عالم صاحب احمدی سانبھر سے جے پور تبدیل ہوئے سانبھر والوں نے ڈاکٹر صاحب کو نہایت اعزاز اور اکرام کے ساتھ رخصت کیا ایسا اعزاز اور کسی ڈاکٹر کا آجتک وہاں نہیں ہوا ہم کسیقدر تفصیل سے پھر لکھینگے

ڈاکٹر ڈوئی کے متعلق عنقریب الحکم میں ایک مبسوط مضمون نکلنے والا ہے +

ہماری مقامی ضرورتیں اور افسران ضلع کی توجہ +

اپنے فرائض کو نگاہ رکھتے ہوئے حکام ضلع گورداسپور کی خدمت میں قادیاں کی مقامی ضرورتوں پر وقتاً فوقتاً ہمکو کچھ نہ کچھ لکھنا پڑتا ہے - آجکل موسمی عوارض کے ایام ہیں - اور قادیان سے قریب ہی مسانیاں تحصیل بٹالہ میں ہیضہ کی شدید وارداتیں ہورہی ہیں + چونکہ قادیان میں مسانیاں کے ساتھ کی رشتہ داریاں ہیں جن کی وجہ سے آمدرفت کا سلسلہ بھی بند نہیں ہو سکتا + ایسے موقع پر کسقدر ضروری ہے کہ تین ہزار آبادی کے قصبہ میں اشیائے خوردنی کی نگرانی کیجاوے اگر سول سرجن صاحب گورداسپور (جن کی توجہ اور مستعد طبیعت کے ہم پہلے سے شکرگزار ہیں کیونکہ قادیان کی صفائی کے متعلق اونہوں نے ہماری تحریروں پر پوری توجہ کی تھی) اسوقت توجہ کریں اور قادیاں کی اشیائے خوردنی کا ملاحظہ کریں تو پبلک کو مضر صحت اشیا کے ملنے سے نجات ملے اور اگر وہ اپنی توجہ کو ذرا وسیع کرکے کم از کم ستمبر کے اخیر تک اسسٹنٹ سرجن بٹالہ کو ہفتہ میں ایکبار قادیاں آکر عام حالت کے معاینہ کا مشورہ دیں تو اور بھی مفید ہو سکتا ہے - ہم امید کرتے ہیں کہ رائے سوبھارام صاحب سول سرجن گورداسپور رفاہ عام کے خیال کو مدنظر رکھکر اس پر توٹس لیں گے +

مقامی ڈاکخانہ | بابو فقیر حسین صاحب پوسٹماسٹر قادیان تبدیل ہوکر پھر کلرکی پر واپس گئے - اُن کی جگہ بابو پرتاب سنگھ صاحب کلرک بٹالہ سب آفس سے سب پوسٹماسٹر ہوکر آئے ہیں معلوم نہیں افسران ڈاکخانہ ایسی جلد جلد تبدیلیوں سے کیا فایدہ سوچتے ہیں بجز اسکے کہ صفر خرچ کا اور بوجھ ڈاکخانہ پر پڑے + قادیاں کے ڈاکخانہ کے متعلق ہماری شکایات ڈاک کی آمد اور روانگی کیلئے بدستور سابق ہیں سپرنٹنڈنٹ صاحب خاص توجہ کررہے ہیں امید ہے پوسٹماسٹر جنرل قادیاں کی کاروباری پبلک کی ضروریات اور مشکلات کو محسوس کریں گے اور جو سکیم پیش کی گئی ہے اسپر نوٹس لیں گے -

قادیان کی سڑک کا سوال | ہنوز روز اول کا مصداق ہو رہا ہے - قادیان سے جو گنڈ نڈی سڑک تک جاتی ہے اس کی حالت ناگفتہ بہ ہے کچھہ تو وہ پہلے ہی سے خراب تھی اور اب اسپر طرہ یہہ ہوا کہ زمینداروں نے مختلف مقامات پر بند مار کر اس راستہ کو کاٹ کاٹ کر خراب کر دیا ہے - جہاں یکے اولٹتے اور راہ رو گرتے ہیں -

کیا تحصیلدار صاحب بٹالہ تکلیف گوارا کریں گے اور ایک بار اس حصہ کو دیکھہ کر اپنی توجہ سے پبلک کو مشکور فرما سکیں گے ؟

قادیاں میں ایک عیسائی آیا

ایک عیسائی گل محمد نامی جو کہ غالباً دو چار سال سے مذہب عیسوی میں داخل ہیں اور بنوں کے باشندے ہیں اور آجکل لاہور کے ڈیوینیٹی کالج میں قیام پذیر ہیں - مذہبی تحقیقات کی غرض سے ۲۱ اگست ۱۹۰۳ء کو قادیان آکر اُسی دن بعد نماز مغرب حضرۃ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے - حضرۃ اقدس نے پہلے اون سے معمولی حالات سکونت وغیرہ کے متعلق دریافت کئے جس کے بعد عیسائی صاحب نے اپنے مقصد کا اظہار کیا - حضرۃ نے فرمایا کہ آپ کتنی مدت یہاں ٹھہریں گے اسکا جواب گلمحمد صاحب نے یہ دیا کہ میں تو کل ہی چلا جاونگا جسپر حضرۃ اقدس اور سب سامعین کو نہایت حیرانی ہوئی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بڑے زور کیساتھ اصرار سے کہا کہ آپ یہاں دو تین ہفتہ تک ٹھہریں یہ مذہبی معاملہ ہے جسکا نتیجہ کفر یا ایمان ہے اس میں ایسی جلد بازی مناسب نہیں اور نہیں تو آپ کم از کم ایک ہفتہ ہی ٹھہریں اور مذہبی امور دریافت کریں ہم حتی الوسع آپکو سمجھاتے رہیں گے - حضرۃ نے یہاں تک بھی فرمایا کہ ہم ہر طرح سے آپکے مکان - خوراک وغیرہ کا بندوبست کرتے ہیں بلکہ یہاں رہنے میں آپکا کچھہ مالی نقصان ہے تو وہ بھی دینے کو طیار ہیں اور اگر آپکی کچھہ ملازمت اور تنخواہ ہے تو اس عرصہ کیلئے وہ بھی دیدیں گے مگر گلمحمد نے ایسی نہیں پکڑی کہ کوئی بات منظور نہ کی اور یہی کہا کہ کل میں ضرور چلا جاؤنگا - اسیوقت آپ میرے ساتھ سوال وجواب کرلیں حضرۃ نے اس امر کو نا منظور کیا اور بہت سمجھایا کہ یہ مذہبی معاملہ ہے ہم اسمیں ایسی جلد بازی ہرگز نہیں کرسکتے اور نہ ہم اس امر کی پرواہ رکھتے ہیں کہ آپ باہر جاکر لوگوں کو کیا کچھہ کہو گے یا سنائیں گے - اگر آپ کو حق کی طلب ہو تو آپ چند یوم ہمارے پاس ٹھہر جائیں بلکہ یہہ بھی فرمایا کہ اگر آپکا حرج ہے تو ہم دو چار روپیہ روز تک بھی دینے کو طیار ہیں مگر گل محمد صاحب نے کوئی بات نہ مانی اور کہا کہ اچھا میں پھر آؤنگا مگر صرف چار دن کے لئے حضرت نے فرمایا کہ کم از کم دس دن ضروری ہیں مگر جب گلمحمد صاحب نے کہا کہ میں چار دن سے زائد بالکل نہیں ٹھہر سکتا تو بالآخر حضرت نے چار دن ہی منظور فرمائے اور گل محمد صاحب کی درخواست پر اسی وقت ایک عہد نامہ تحریر ہوا جو ذیل میں درج کیا جاتا ہے

محمد صادق ۲۲ - اگست ۱۹۰۳ء

نقل عہدنامہ منجانب گل محمد عیسائی

گل محمد صاحب کی تحریک کے مطابق جو اجازت ان کو یہاں قادیاں آنے کے لئے شیخ عبدالرحمن صاحب نے تحریر کی تھی کہ وہ اپنی مشکلات مذہبی کے حل کرنے کے لئے قادیاں حضرۃ اقدس کے پاس آسکتے ہیں اس کے مطابق وہ یہاں آکر ۲۱ - اگست ۱۹۰۳ء کو بعد نماز مغرب حضرت صاحب کے پاس آئے مگر چونکہ اونہوں نے فرمایا کہ مجھے کل ہی واپس جانا ہے اور وہ زیادہ دیر تک نہیں رہ سکتا اور حضرت صاحب بھی گورداسپور جانے کے سبب سے ان کو زیادہ وقت نہیں دے سکتے اسلئے یہ قرار پایا کہ گل محمد صاحب ابتدائی ہفتہ اکتوبر ۱۹۰۳ء کو چار دن کے لئے یہاں آئیں اور اپنا ایک سوال تحریری پیش کریں جسکا جواب حضرۃ مرزا صاحب تحریری دیں گے اور اس جواب کے بعد اگر گل محمد صاحب کی تشفی نہو تو اسی سوال کے متعلق کچھہ اور دریافت کر سکتے ہیں جس کا جواب حضرت صاحب دیں گے اور یہی سلسلہ چار دن تک رہیگا - اس سوال وجواب کے شرائط یہ ہیں کہ ہر روز پانچ گھنٹہ اسپر خرچ ہونگے یعنی ہر ایک فریق کیلئے اڑہائی گھنٹے اور جس فریق کو اڑہائی گھنٹہ کم وقت ملنے کا موقعہ ملے وہ اتنا ہی وقت دوسرے دن لے سکیگا لیکن چوتھے دن کی شام کو بہرحال یہ امر ختم ہوگا سوائے اس کے کہ ان چار دنوں کے اندر کوئی فریق کسی وجہ سے جو معمولی حوائج اور ضروریات کے علاوہ ہو پورا وقت نہ دے سکے تو اس کے لئے ضروری ہوگا کہ اس وقت کو چار دن کے بعد پورا کرے اور اگر چار دن کے اندر ہی مثلاً پہلے ہی دن حضرۃ صاحب فرماویں کہ جو ہمنے کہنا تھا کہہ چکے - اور اب زیادہ اور کچھہ نہیں کہنا تو گل محمد صاحب کو اختیار ہوگا کہ اسیوقت چلے جاویں - گل محمد صاحب کی طرف سے صرف ایک ہی سوال پیش ہوگا خواہ وہ کتنا ہی بڑا ہو اور فریقین کو اختیار نہ ہوگا کہ ایکدوسرے کیوقت میں کسی کی بات کو قطع کریں + (دستخط حضرۃ مرزا غلام احمد صاحب)

دوسرے کاغذ پر ہوئے (گل محمد)

نوٹ - صفحہ ۴ پر جس مضمون کے اندراج کا حوالہ صفحہ ۱۲ کا دیا ہے وہ عدم گنجائش کیوجہ سے درج نہیں ہو سکا + ایڈیٹر

آپ بیتی

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

اور اس اثنا میں ہماری دوکان مدراس میں الگ شروع ہوگئی جو اس سے پیشتر چند شرکا ؤ میں چلتی تھی - اب سب شرکا نے اپنی اپنی جدا جدا دوکانیں کھول کر مشترک دوکان کو بند کردیا اس مشترک دوکان میں چار شریک تھے جنکی اب چار دوکانیں ہوگئیں والد مرحوم نے مجھکو اور ذکریا مرحوم کو یہاں چھوڑا اور باقی سب کو ہمراہ لے کر بیت اللہ شریف کو راہی ہوگئے - اور یہاں ہم بھائی ہم اور دو ہمارے چچازاد بھائی تھے جو بڑی عمر کے تھے اور معاملہ فہم تھے مگر ہم دونو بھائی کم سن اور نو آموز - غرض والد صاحب کے تشریف فرما ہونے کے بعد چھوٹا بھائی ذکریا مدراس کو نئی خاص دوکان پر روانہ ہوگیا چونکہ وہ میرے سے زیادہ معاملہ فہم اور طبیعت کا ہر ایک طرح سے تیز تھا اس لئے میرے بڑے بھائی نے اون کو وہاں روانہ کردیا اور میرے دوسرے چچازاد بھائی کو الگ دوکان پر بٹھایا - اور اپنے تئیں اور مجھے بڑی دوکان کے لئے تجویز فرمایا - اور بعد اس کے خود بھی جلد کسی کام پیش آجانے سے مدراس روانہ ہوگئے اور میں اکیلا یہاں دوکان پر رہ گیا اور اسوقت تک میں گویا ایک آزاد زندگی بسر کرتا تھا اور اب پابند ہوگیا اس لئے اب کچھ کچھ بوجھ معاملہ کا اور خانہ داری کا محسوس ہونے لگا - چونکہ ابتدا سے ہمارے چچازاد بھائیوں کا کھانا پینا الگ ہی تھا صرف معاملہ شرکت کا تھا - غرض ہر ایک قسم کی ازمائش ہونے لگی اور بہت جلد طبیعت آئندہ کے لئے ہوشیار ہو چلی تجارت پیشہ میں بھی ایک شمار ہونے لگا - اور کچھ عزت اور وقار کی نظر سے ابنائے جنس میں دیکھا جانے لگا - اور بمصداق سہ

تکیہ برجائے بزرگاں نتواں زد بگزاف
گر اسباب بزرگی ہمہ آمادہ کنی -

ہر ایک موقعہ اور محل کا فہم گویا خدا سے ہی ملنے لگ گیا اور کوئی ایک برس کے بعد مدراس جانے کی نوبت پیش آگئی والد مرحوم کا بعد حج شاید دوسرے یا تیسرے دن مکہ معظمہ میں انتقال ہوگیا اور بڑا سخت صدمہ اس حادثہ سے دل کو پہنچا جسکو یہہ عاجز ابتک نہیں بھولا - غرض اس حادثہ جانکاہ کے بعد میرا بھائی بنگلور آگیا اور مجھے وہاں جانا پڑا بعد پہنچنے کے میرے چچازاد بڑے بھائی جو وہاں موجود تھے صرف دو یا تین دن رہے اور بنگلور کو روانہ ہوگئے - ان کی اس حرکت سے سخت حیرانی ہوگئی یعنے ایک تو میں بالکل نیا اور پھر ہر ایک طرح سے نو آموز دفتر وغیرہ لکھنے کی بالکل تمیز نہ تھی اور نہ کسی اہل معاملہ سے شناسائی کر والی اور نہ کچھ زبان سے کہا اور نہ کیا تو یہ کیا کہ چلنے پر آمادہ ہوگئے اور یہاں مجھے گویا قیامت کا سامنا ہوگیا ہزاروں کا لین دین اور کچھ بھی خبر ندارد - مگر کیا ہوسکتا تھا - بجز اسکے کہ قہر درویش بر جان درویش کبھی تو گھبرا کر رو پڑتا تھا اور کبھی دفتروں کو پاس رکھ کر ساری ساری رات غور کیا کرتا تھا اسوقت ایک اسی مسلمان ہمارے کام میں تھے جنکو کام دکان کا کچھ تجربہ تھا اون سے مجھے مدد ملتی رہی غرض یہ کہ ان سب باتوں پر میں بہت جلد حاوی ہوگیا اور پھر معاملہ کے متعلق بھی شوق ہو چلا -

یا ایام ہمام علیہ الصلوٰۃ والسلام میرا اس قدر طوالت کے ساتھ اس مضمون کو بیان کرنے سے مدعا یہ ہے کہ یہہ گویا میری ابتدائی عمر کا ایک ثلث ہے جسکو آج بھی میں یاد کرتا ہوں تو میرے آنسو نکل پڑتے ہیں - وہ کیا ہی مبارک حصّہ زندگی کا تھا جس میں ہر ایک قسم کی خیر و خوبی جمع تھی - تجارت ایک محدود دائرہ کے اندر چلتی تھی - اکثر اسباب بمبئی سے آیا کرتا تھا بمبئی سے بنگلور شاید اڑھائی اور تین مہینے کے اندر اسباب پہنچتا تھا اور جب پہنچتا تھا تو ایکدم ہی تیس چالیس گاڑیوں میں کئی تاجروں کا مال آجاتا تھا گویا ایک قافلہ کی حیثیت ہوتی تھی اور پھر اس اسباب کے آنے سے جو رونق بازار کی ہوتی تھی اس کا نقشہ ابھی تک میری آنکھوں کے سامنے ہے غرض بمبئی سے لیکر چالیس فیصدی کے قریب نفع پر وہاں کے چھوٹے چھوٹے بیوپاری مال خرید لیتے تھے اور چار سے چھ قسط میں روپیہ ادا کرنے کی شرط ہوتی تھی اور اوسط حسب سال میں بیس ہزار کے قریب قریب ہماری تجارت چلتی تھی اور سال میں آٹھ مہینے راستہ کھلا رہتا تھا اور چار مہینے بند یعنے موسم کے مخالف ہونیکی وجہ سے جہاز رانی موقوف رہتی تھی - یہ گویا معاش کا ذریعہ اور اسوقت کی تجارت کی حالت تھی اب رہا دوسرا پہلو یعنے خانہ داری کا سو ملاحظہ فرمائیے کہ ہمارے والد اور چچا نے زندگی تک رفاقت کی رہائش اور تجارت میں اوسوقت شاید پچیس کے قریب آدمی ہمارے کنبے میں ہونگے ہم ایک ہی مکان میں رہتے تھے کوئی تین روپیہ کرایہ ماہوار کا مکان تھا جسمیں اچھی طرح سے اوقات بسری ہوتی تھی میرے چچا شاید تیس روپیہ اور میرے والد پندرہ روپیہ ماہوار خرچ کے لئے اوٹھایا کرتے تھے ہر ایک چیز ارزان تھی گھی کی شاید دو سوا دو روپیہ فی من قیمت تھی اور عمدہ سے عمدہ چاول کی قیمت پونے دو سے دو روپیہ تک فی نستہ تھی علی ہذا القیاس ہر ایک خوردنی چیز کا یہ حال تھا اور اس زمانہ میں جو لذیذ اور لطیف غذائیں تکا استعمال ہوا کرتا تھا آج اسکا نام و نشان بھی نظر نہیں آتا - ہمدردی اپنے اور بیگانے سے ایسی تھی کہ شادی اور غمی دونوں پہلوؤں کا اثر صاحب خانہ کے برابر دوسروں پر ہوتا تھا -

خیراتی کاموں کی نگرانی صدق اور اخلاص اور محبت سے ہوا کرتی تھی بدستور فقرا اور علما ریں حشیں سیری نظر آتی تھی اور طالب ضرور ایک حد تک مستفیض ہوجاتے تھے - ادنیٰ درجہ کا آدمی یعنی ایک دو روپیہ کا معاش رکھنے والا بھی خورم و خندان نظر آتا تھا مروت - محبت - صدق - اخلاص - حیا - شرم حفظ مراتب ہمدردی ہر ایک قسم کے لوگوں میں پائی جاتی تھی گویا آسمان سے خیر و برکت کی بارش برس رہی تھی علی العموم جمعیت خاطر کے آثار نظر آتے تھے اور ابھی تک گویا وہ منتظر آنکھوں کے سامنے ہے اس کے بعد عمر کا دوسرا ثلث ہے جس کی نسبت جی نہیں چاہتا کہ کچھ لکھوں صرف اس قدر اشارہ کافی سمجھتا ہوں کہ بتدریج اس ابتدائی حصّہ کی خوبیاں جن کو میں نمونے کے طور پر لکھ آیا ہوں رخصت ہوتی گئیں اور آخر حصّہ میں وہ سب کی سب کافور ہوگئیں اور ان کی جگہ ناگفتہ باتوں کا مجموعہ اپنے اندر جمع ہوگیا اور صحبت اور مجلس کبھی ویسی ہی رہتی تھی - غرض جب تیسرے حصّہ کا آغاز ہونے لگا شاید عمر بھی چالیس سے متجاوز ہوگئی تو کچھ کچھ آنکھ کھلنے لگی گو کسی قدر حالات وہی دوسرے حصہ کے باقی اور قائم رہ گئے صرف اتنا فرق پیدا ہوا کہ اپنی حالت کو غور سے دیکھنے لگ گیا اور اچھے اور برے میں تمیز ہونے لگ گئی - والدین وغیرہ تو گویا سر پر سے اوٹھ گئے تھے اب نوبت اپنے ہمنشینوں کی آئی جو کسیقدر معمر تھے وہ بھی باری باری اوٹھنے لگے اور عبرت ناک حالات بھی پیش ہونے لگے کچھ تو اپنی نالائق زندگی کا غم اور کچھ تغیرات زمانہ کا رنگ ڈالی کو پکڑتا گیا مروت محبت اپنے بیگانے سے اوٹھنے لگی دوست دشمن سے بدتر نظر آنے لگے - گھر کی بات بگڑنے لگی - ہم آٹھ بھائی تھے چھ حقیقی اور دو چچازاد اور پھر سب باعیال و اطفال بلکہ بھتیجے تک صاحب عیال و اطفال - (باقی آئندہ)

مراسلت

ہماری مخالفوں کی حالت قابل غور ہے

اخویم ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔ پچھلے ہفتہ کے ضمیمہ شحنہ ہند صفحہ ۶ میں ایک مراسلہ ابو السخا محمد رفعت اللہ خانصاحب شاہجہانپوری کے نام سے شائع ہوا ہے جس کا عنوان ہے "مرزائیوں کے مکائد" یہ مراسلہ ابو السخا محمد رفعت اللہ خان صاحب کا نہیں ہے بلکہ یہ ایک اور مولوی صاحب کی راست بازی اور صداقت شعاری کا نمونہ ہے جنکا نام نامی و اسم گرامی ابو داؤد مولانا مولوی سید محمد عبد الودود صاحب ہے بات صرف اتنی تھی کہ ڈاکٹر محمد عمر خانصاحب نے (جو کچھ عرصہ ہوا شاہجہانپور تشریف لائے تھے) اثنائے گفتگو میں یہ فرمایا تھا کہ مولوی محمد حسین صاحب اب خاموش ہیں اور کچھ نہیں کہتے موجودہ احمدیوں میں سے کسی نے شاید اسکی تائید بھی کی ہو کہ ہاں ایسا ہی ہے ۔ اتنی بات کو مولانا ابو داؤد سید محمد عبد الودود صاحب نے جس پیرایہ میں ادا کیا ہے وہ انھیں کا حصہ ہے۔ اسیطرح یہ کہ اپنی طبع نقاد و ذہن وقاد کے نتیجہ کو کسی خاص مصلحت سے ابو السخا محمد رفعت اللہ خان صاحب سے منسوب کرکے اسکا عنوان قائم فرمایا ہے "مرزائیوں کے مکائد" !خوب!! اور بہت ہی خوب مولانا ہم آپ کو یکایک چراغ دار و کا مصداق تو کیا کہیں مگر نہایت ادب سے آپ کو آپ کی پاکیزہ کارروائیوں اور پسندیدہ شیطانیوں کی طرف توجہ دلاکر دوسرے کانپتے ہوئے دل کے ساتھ اتنا عرض کر دینے پر اکتفا کرتے ہیں ۔ اتق اللہ! اتق اللہ!! اتق اللہ!!!

مذکورۂ بالا بیان کی تصدیق کے لیے ذیل میں ہم وہ مضمون بلفظہ درج کرتے ہیں جو ہمکو ابو السخا محمد رفعت اللہ خانصاحب نے اس مضمون کی تردید میں دیا ہے جو انکے نام سے ضمیمہ شحنہ ہند میں شائع ہوا ہے

وھو ہذا ۔

ایک مہربان کی عنایت اور اُس کا شکریہ

یکم اگست کے ضمیمہ شحنہ ہند میں یہ دیکھکر مجھکو سخت تعجب ہوا کہ اس میں میرے نام سے ایک مضمون جو کہ درج ذیل ہے شائع ہوا ہے

"مرزائیوں کے مکائد"

کچھ عرصہ ہوا کہ شاہ جہانپور میں خدا جانے کہاں کا خدائی خوار ایک پنجابی مرزائی آنکلا جس کا بیان تھا کہ میں صرف مرزا صاحب کے مذہب کی اشاعت کے لیے سیر و سیاحت کرتا ہوں پھر کیا تھا یہاں مرزائیوں نے اُسے ہاتھوں ہاتھ لیا بڑی آؤ بھگت کی اور مرزائیوں کے گرو گھنٹال نے جنکی بدولت اس شہر میں یہ مذہب جدید جاری ہوا ہے اپنے مکان پر مہمان کیا اور خاطر تواضع کی کچھ نہ پوچھیے ۔ اس سے قبل اہل حدیث کو یہاں کے بعض مرزائی یہ دھوکا دیتے تھے کہ اب عرصہ سے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی مرزا کی حقانیت کے قائل ہو گئے ہیں اور مرزا کو مسیح موعود تسلیم کرنے لگے ہیں اور عنقریب وہ کھلم کھلا بھی اقرار کرینگے اسیوجہ سے اب انھوں نے بہت عرصہ سے مرزا کے خلاف کچھ نہیں لکھا اور کوئی اور رسالہ وغیرہ انکی تردید میں شائع نہیں کیا اور ان کے اس بیان کی تصدیق بڑے زور شور سے اس نو وارد مرزائی نے بھی کی اور کہا کہ اگر یقین نہ ہو تو ابھی خط بھیجکر دریافت کرلو کہ وہ اب ہرگز مرزا صاحب کے خلاف نہیں اسپر میرے ایک مہربان نے جنسے مولوی صاحب موصوف سے خط کتابت تھی اسبارہ میں استفسار کیا مولوی صاحب موصوف کا جواب بلفظہ درج ذیل کیا جاتا ہے راقم ابو السخا محمد رفعت اللہ خان عفی عنہ شاہجہانپوری ۔

گرامی نامہ جناب مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نمبر ۳۷۵

مجی سید صاحب ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۱۱ مئی کا محبت نامہ وصول ہوا ۱۹۰۲ء سے میں مرزا کی ایسی خبر لے رہا ہوں جیسی آگے خبر لیتا تھا اور ایسا ہی گمراہ خارج از اسلام سمجھتا ہوں جیسا آگے سمجھتا تھا جلد ۱۹ رسالہ اشاعۃ السنہ کے کئی نمبروں میں اس کے رد میں کئی مضامین شائع کر چکا ہوں جو ۱۹۰۲-۰۳ء میں شائع ہوئے ہیں اس جلد کی قیمت ۴ روپیہ ہے منگا کر ملاحظہ کریں اگر قیمت نہ دیسکیں تو محصولڈاک دو آنے خرچ رجسٹری دو آنے کل چار آنے کے ٹکٹ ارسال کریں بعد ملاحظہ وکاربرآری جلد مذکور اسی طور پر واپس کر دیں میرا یہ خط جسکو چاہیں دکھا دیں مجھے کوئی لحاظ کسی مرزائی کا نہیں ہے ابو سعید محمد حسین بٹالوی مہتمم اشاعۃ السنہ

حالانکہ مینے اس وقت تک* ضمیمہ میں کوئی مضمون روانہ کیا نہ ایڈیٹر شحنہ ہند سے کسی قسم کی خط وکتابت کی ممکن تھا کہ مجھکو پوشیدہ عنایت فرما کا پتہ نہ چلتا مگر مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے خط نے مجکو یہ بتلا دیا کہ یہ مضمون ابو داؤد سید عبد الودود صاحب سہسوانی کا ہے کیونکہ یہ خط سید عبد الودود صاحب کے پاس (جب وہ شاہجہانپور میں ابو یحییٰ مولوی محمد صاحب کے ہاں پڑھتے تھے) آیا تھا اور جو شائع ہونے سے قبل میری نظر سے گذر چکا تھا اور وہ ابتک انھیں کے پاس موجود ہوگا باوجود یہ سمجھ لینے کے لیے بھی میرا ارادہ تھا میں اسکو ظاہر نہ کروں کہ یہ مضمون میرا نہیں ہے کیونکہ میں مرزا صاحب کے مخالفوں میں ہوں پھر اگر میرے نام سے شائع ہوا تو کیا حرج مگر دو وجہ سے مینے اسکا اظہار مناسب سمجھا اول یہ کہ آیندہ میرے مہربان کسی اور کے یا میرے نام سے مضمون شائع نہ کر سکیں دوسرے یہ کہ مضمون میں اصل قصہ نہیں بیان کیا گیا تھا بلکہ میری جانب سے مرزائیوں پر اتہام لگایا تھا پس یہ دیکھکر میں اصل واقعہ کے اظہار پر مجبور ہوگیا کیونکہ ایسا نہ کرنے میں عام طور پر اور خاصکر اُن لوگوں کی نظروں میں جو اصل واقعہ سے باخبر ہیں میں کاذب سمجھا جاتا اور نیز عند اللہ بھی گنہگار ہوتا ۔

* اصل قصہ کا بیان نہ کرنا اور جان بوجھکر اتہام لگانا بہتان کا طوفان اُٹھانا کیا ایک سعید نیک طینت انسان کا کام ہو سکتا ہے استغفر اللہ افسوس ایک صادق راست باز کی مخالفت نے ان مدعیان علم وفضل کی کہانتک نوبت پہونچا دی کہ نہ جھوٹ بولنا انکی نظر میں کوئی عیب ہے نہ کسی پر اتہام لگانا کوئی معصیت آئے دن کی اسی قسم کی چالاکیوں اور مکاریوں سے کام لے رہے ہیں نہ خدا کا خوف ہے نہ مخلوق کی شرم ۔ ایڈیٹر

اب اصل واقعہ سنیے وہ صرف اسقدر ہی کہ مجھ سے ایک نو وارد فیروزپوری مرزائی نے دوران گفتگو میں بیان کیا کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی بالکل خاموش ہیں اور کچھ نہیں لکھتے اسکی بعض اور مرزائیوں نے بھی جو وہاں موجود تھے تصدیق کی بس اس کا ذکر میں نے سید عبدالودود صاحب سے کیا انھوں نے مولانا مذکور کو خط لکھا جو اوپر نقل کیا گیا اس کے سوا جو کچھ ہے مجھ سے کسی مرزائی نے نہیں کہا اور نہ یہ کہا کہ مولوی محمد حسین صاحب نے مرزا صاحب کو مسیح تسلیم کر لیا اور نہ میں اسکے طبع ہونے کی اجازت دی اور نہ میں اس سے خبردار ہوں خیر اب میں مولوی سید عبدالودود صاحب کو خبردار کرتا ہوں کہ خلاف واقعہ امور شائع نہ کریں آخر میں یہ بھی بتلاتا ہوں کہ مجھ سے اور اڈیٹر شحنہ ہند سے خط و کتابت نہ تھی اسوجہ سے وہ نہ جان سکے کہ فرضی مضمون ہے یا اصلی اور واقعہ کیا ہے کیونکہ اگر وہ واقعہ سے خبردار ہوتے تو ہرگز شائع نہ کرتے اسلیے ان سے کسی قسم کی شکایت نہیں

ابو السخا محمد رفعت اللہ خان محلہ انٹہ
متصل چوکی پولیس مکان نمبر ۲۴
از شاہجہانپور روہیلکھنڈ

ناظرین یہ ہیں آج کل کے مولوی کہلانے والے حضرات اور یہ ہیں انکی کرتوت کجا کسی مسافر کا یہ قول کہ مولوی محمد حسین صاحب اب خاموش ہیں اور کچھ نہیں کہتے اور کجا یہ بے سر و پا طومار اتہام کہ اس سے قبل اہل حدیث کو یہاں کے بعض مرزائی یہ دھوکا دیتے تھے کہ اب عرصہ سے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی مرزا صاحب کی حقانیت کے قائل ہو گئے ہیں اور مرزا کو مسیح موعود تسلیم کرنے لگے ہیں اور عنقریب وہ علم کھلا بھی اقرار کرینگے اسوجہ سے اب انھوں نے بہت عرصہ سے مرزا کے خلاف کچھ نہیں لکھا اور نہ کوئی اشتہار و رسالہ وغیرہ انکی تردید میں شائع نہیں کیا اس بیان کی تصدیق بڑے زور شور سے اس نو وارد مرزائی نے بھی کی۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم لیکن اس کارروائی پر کچھ بھی تعجب نہیں کیونکہ ان بیچاروں کے پاس اسی قسم کی چالبازیوں یا گالی گلوچ اور کفر کے فتووں کے اور ہے کیا آخر کسی طرح اپنا دل بھی خوش کریں کہ نہیں اور بالخصوص ابو داؤد مولانا مولوی سید عبدالودود صاحب پر تو اور بھی

کوئی وجہ تعجب کی نہیں کیونکہ انجناب کی یہ کوئی نئی ذہانت تو ہے نہیں بلکہ آپ تو اس سے قبل بار بار مختلف لباسوں میں جلوہ فرما کر اس معاملہ میں ایک خاص مشق حاصل فرما چکے ہیں چنانچہ گذشتہ مہینہ کے کسی ضمیمہ میں بھی جناب والا ہی نے کرم فرمایا ہے اور محمد ظہور خان دکاندار بازار بہادر گنج کی طرف سے ایک مضمون شائع کرکے اسی قسم کی چالبازی اور بہتان سازی کو عزت بخشی ہے۔

اور محمد ظہور خان ہیں کہ کانوں پر ہاتھ دھرتے ہیں اور کئی آدمیوں کے سامنے کہہ چکے ہیں کہ یہ مضمون میرا نہیں بلکہ اسمیں جو جھوٹی باتیں شائع ہوئی ہیں انکے لیے میں ممانعت کرتا رہا لیکن صاحب مضمون نے نہ مانا اور پھر طرہ یہ کہ میرے نام سے مضمون شائع کر دیا۔

ہم نے چاہا کہ محمد ظہور خان ہمکو صاحب مضمون کا نام بتا دیں مگر اس سے انھوں نے انکار کیا چونکہ جناب مولانا ابو داؤد سید محمد عبدالودود صاحب محمد ظہور خان کے یہاں اکثر نشست برخاست رکھتے تھے اسواسطے گمان غالب یہی ہے کہ یہ تکلیف بھی ہماری خاطر مولانا ہی نے گوارا فرمائی ہے۔ ہمارے مولانا کی نظر توجہ ضمیمہ شحنہ ہند تک ہی محدود نہیں بلکہ بعض اوقات انجناب دور و دراز مقامات کی سیر بھی فرمانے لگتے ہیں۔ چنانچہ مطالعہ ریاض الاخبار مطبوعہ ۸ نومبر ۱۹۰۲ء سے ہمارے بیان کی کماحقہ تصدیق ہوسکتی ہے جس میں زیر عنوان اراکین ندوۃ العلماء اور مرزا صاحب قادیانی پورے چار کالم کا ایک لمبا مراسلہ محمد حنیف کے نام سے شائع ہوا ہے۔ جسکا ماحصل یہ ہے کہ وہ کہ جب مرزا صاحب باوجود بار بار بلائے جانے کے ندوۃ العلما امرتسر میں تشریف نہ لے گئے تو چالیس علما و فضلا کی ایک جماعت بغرض تصفیہ امور متنازعہ قادیان پہونچے مگر مرزا صاحب نے اسہال و پیچش کا بہانہ کرکے ملاقات تک نہ کی وغیرۃ الخرافات والہذیانات۔

چونکہ مولانا ابو داؤد سید محمد عبدالودود صاحب کی کارروائیوں کا ہمکو اچھی طرح علم ہو گیا ہے لہذا یہ کہدینے میں ہمکو کیا تامل ہوسکتا ہے کہ غالباً وہ مراسلہ بھی صاحب مصدر الذکر ہی کا ایک ننھا سا کرشمہ تھا۔

حقیقت الامر یہ ہے کہ ہمارے مولانا ابو داؤد سید محمد عبدالودود صاحب ہیں بڑے زندہ دل اور ہنس مکھ انسان وہ اپنے دل بہلاتے اور اپنے احباب کو خوش کرنے کی غرض کوئی نہ کوئی چٹکلہ چھوڑ ہی دیتے ہیں حتی کہ اس خیال کی محویت کا دائرہ یہانتک وسیع ہو جاتا ہے اور ایک ایسی استغراقی کیفیت طاری ہو جاتی ہے کہ مولانا کو اچھے برے جھوٹھ سچ سفید و سیاہ میں مطلق امتیاز باقی نہیں رہتا۔

ابھی ہمکو مولانا موصوف کی ایک سرباز خط سے جو انھوں نے سہسوان سے ایک اپنے شناسا کے پاس بھیجا ہے معلوم ہوا ہے کہ اب مولانا نے کرزن گزٹ کی طرف توجہ مبذول فرمائی ہے اور مولانا کو اصرار ہے کہ اس ہفتہ کا کرزن گزٹ ضرور دیکھا جائے۔ دیکھیے مولانا وہاں کیا رنگ لاتے ہیں اور کس انداز سے رنگ لاتے اور کس انداز سے جلوہ فرماتے ہیں لیکن مولانا اب کوئی وضع پسند فرمائیں تاڑنے والی نظروں سے پوشیدگی محال ہے۔

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش
من انداز قدت را می شناسم

خاکسار مختار احمد احمدی شاہجہانپوری

۱۷ اگست ۱۹۰۳ء

سوال

نوع جن نوع انس سے کوئی علحدہ نوع ہے یا انس کی اصناف سے ہی کوئی صنف ہی جیسا کہ رومی شامی ہندی وغیرہ

الجواب

میرے نزدیک نوع جن نوع انس سے ایک علحدہ نوع ہے خواہ حقیقت اور ماہیت انکی کچھ ہی ہو لیکن انس کی صنف ہونا خلاف لغت و نصوص شرعیہ کے ہے مختار الصحاح میں لکھا ہے الجن ضد الانس قال اللہ تعالیٰ خلقتنی من نار وخلقتہ من طین یعنی پیدا کیا تو نے مجھکو آگ سے اور پیدا کیا تو نے آدم کو مٹی سے اس قول کا رد اللہ تعالی نے نہیں فرمایا پس معلوم ہوا کہ خلقت جن خلقت انس سے علحدہ ہے ایضاً واذ قلنا للملئکۃ اسجدوا لآدم فسجدوا الا ابلیس کان من الجن اس آیت میں ابلیس کو جن میں سے ہونا ارشاد فرمایا نہ انس میں سے ایضاً قال اللہ تعالیٰ وانا لمسنا السماء فوجدناھا ملئت حرسا شدیدا وشھبا سورہ جن میں اللہ تعالے فرماتا ہے اور یہ کہ ٹٹولا ہم نے آسمان کو پس پایا ہمنے اسکو بھرا ہوا چوکیداروں سخت اور مشعلوں سے۔ ایضاً قال اللہ تعالی وانا کنا نقعد منھا مقاعد للسمع فمن یستمع الآن

عیسائیت کا ابطال اُسکے اپنے مضمون سے

پیدائش مسیح پر لیکچر

سلسلہ کے لیے دیکھو نمبر ۳ جلد ۷ صفحہ ۱۲

اور جب مسیح کو معلوم تھا کہ اسکے اور خدا کے تخت میں صرف ایک لمحہ کا فرق ہے (نہیں نہیں بلکہ وہ تو آسمانی باپ کے تخت سے کبھی علیحدہ ہی نہیں ہوا) تو اسقدر حزن و ملال اور یہم و غم چہ معنی دارد۔ اور اس سے تو یہ امر بھی بخوبی ثابت ہو گیا کہ اس دنیا کا ایک منتظم حقیقی ہے جس کے قبضۂ قدرت میں ہر ایک شئے ہے اور اسیات کا تو گمان بھی نہیں ہو سکتا کہ آسمانی باپ یعنی خدا نے کبھی عارضی طور سے بھی اپنا جلالی تخت چھوڑا ہو۔ !!!

میرے دوستو جائے غور ہے کہ یہ امر ہمارے لیے کسطرح مفید ہو سکتا ہے کہ خدا ان سب امور پر جو خدا وند یسوع کی طرف منسوب ہیں قادر ہے؟ ہمارا تو پہلے بھی یہی ایمان تھا کہ خدا اور صرف خدا ہر ایک بات پر قادر ہے ہاں تو صرف اسی تعلیم کی ضرورت ہے جس سے کہ ہماری زندگی سدھر سکے اور ہم عالم سفلی سے نکلکر عالم علوی تک پرواز کر سکیں۔

میرے خیال میں یہ باتیں کسی انسان کی نسبت ثابت ہونی محالات سے ہیں۔ کہ آزمائیش کے بعد وہ خدا بنگیا ہو اور اسنے بلا خوف و خطر گروہ دشمنان کا مقابلہ کیا ہو۔ اور نرغہ اعدا میں پھنسکر اپنے صدق میں ثابت قدم رہا ہو۔ اسے کانٹوں کا تاج پہنایا گیا ہو۔ اُسکے مُنہ پر تھوکا گیا ہو اور اُسکے ہاتھوں میں کیل ٹھوکے گئے ہوں۔ مگر اُسکی ثابت قدمی۔ اولوالعزمی اور استقلال میں سرمو فرق نہ آیا ہو۔ اور خوف و ہراس اُسکے دل پر طاری نہ ہوے ہوں یا اُس نے بلا تکلف اپنے مصلوب ہونے کے آپ خواہش کی ہو۔ اور عارضی طور پر ہی سہی خدا سے مہجور ہو کر گناہ سے بچا رہا ہو۔ اور موت کا پیالہ بڑی بیباکی اور دلیری سے پیکر دائمی نجات اور ابدی سُکھ حاصل کیا ہو یہ سب باتیں کیسکی نسبت ثابت ہوں بھی تو وہ انسان ہی رہیگا۔ اگرچہ اُسے اعلیٰ درجہ کا انسان کہنا پڑے۔

لاریب یہ بات معلوم کرکے میری روح میں شگفتگی اور تازگی آتی ہے کہ یسوع ہمارا رہنما اور رہبر ہے۔ ہمارا ہادی اور آرام جان و تسکین قلب ہے۔

میرے دوستو میں نے عمر بھر کبھی یسوع ناصری کی اسقدر تعظیم نہیں کی۔ اور میں نے بڑھ کر کبھی اُسکو بجز بنی نوع انسان اور اپنا محبوب و مطلوب نہیں مانا۔ میں نہایت وفاداری اور بڑی خوشی سے اس کے تقدس کو تسلیم کرکے سر نیاز جھکاتا ہوں۔ اور بڑے زور سے مانتا ہوں کہ ابدی اور ازلی خدا کا ہمیں یسوع سے ہی پتہ ملا ہے اور اُسی نے ہی اس کیطرف ہماری رہنمائی کی ہے۔

دنیا کے تمام روشن خیال لوگ اسی راہ کی طرف اشارہ کرتے ہیں اس پہلے لوگوں نے محض جہالت اور تعصب سے اس دعوی بیدلیل کو کہ یسوع خدا ہے مانا ہے لیکن یاد رہے کہ یہ بات ایکطرف تو حضرت احدیت کی جناب میں گستاخی کا موجب ہے اور دوسری طرف بیچارے انسان ضعیف البنیان کی بے عزتی اور بیحرمتی کا باعث۔

ہم بلا خوف تردید تاریکی سے نکلکر روشنی کی طرف آتے ہیں اور اپنے آقا (یسوع) کی پیروی کرتے ہیں کیونکہ وہ ہمیں آسمانی باپ کی بادشاہت میں داخل کریگا جو اسکا اور ہمارا ایک ہی واحد خدا ہے

اے ہمارے آسمانی باپ ہم کس مُنہ سے تیرا شکر ادا کریں کہ تو نے ہماری ہدایت کیلیے ہمیشہ اپنے مرسل بھیجے اور اپنی طرف آنیوالوں کو تاریکی سے نکالکر روشنی سے بہرہ ور کیا۔ تو کبھی اپنے شیدا سے بہت دور نہیں رہا جسنے تیری جستجو کی تجھے پا لیا۔ ہم تیری تقدیس کرتے ہیں کہ تو نے یسوع ناصری ہماری ہدایت کے لیے بھیجا۔ اور تیری حمد گاتے ہیں کہ آج بھی وہ امن کا شہزادہ ہمارے درمیان موجود ہے ہم اسکو غبار راہ تاریکی سے نکالتے ہیں جس میں کہ اسکا پیارا چہرہ صدہا سال کا چھپا ہوا تھا اور اسے اپنا سچا ہادی ملہم اور رسول تسلیم کرتے ہیں۔ آمین:

حضرات ناظرین اگرچہ ہم اس مسئلہ میں پادری مذکور کے ہم نوا نہیں۔ مگر ہم دکھانا چاہتے ہیں کہ اب عیسویت کا کیا حال ہے وہ خود اپنے ہی حملوں سے ڈائرسیمل کیطرح پھڑک پھڑک کر زبان حال سے کہہ رہی ہے

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم
کہ بامن ہرچہ کرد آں آشنا کرد

العظمۃ للہ! یہ انقلاب عظیم۔ کہاں وہ زمانہ کہ ایک عاجز انسان کو خدا بنایا گیا اور یہ عقائد الٰہی بڑے زور سے اسمیں تسلیم کی گئیں نہ صرف یہی بلکہ دنیا بھر کو اس دشمن عقل عقیدہ کے ماننے کے لیے مجبور کیا گیا۔ تلوار۔ فریب لالچ۔ دھوکا۔ جھوٹ۔ بناوٹ غرضیکہ ہر ایک کمینہ ہتھیار اس باطل کی اشاعت کے لیے استعمال کیا گیا۔ اور ناجائز سے ناجائز ذرائع بھی دین عیسوی کے پھیلانے اور ابن مریم کی خدائی منوانے کے لیے استعمال کرنے سے دریغ نہیں کیا گیا زاہد فریب پولوس اور نازنین بھیڑیں بڑی بردباری اور تحمل اور نیاز مندی سے اشاعت مذہب کی خاطر ہر ایک قسم کی ذلت قبول کرنے کے لیے طیار کی گئیں جو مریم مگدلینی سے بھی سبقت لے گئیں۔ اور اس راہ میں بڑے شوق سے قربان ہوئیں اور کہاں آج یہ دن کہ خود اہل یورپ میں یہ بحث چھڑ گئی کہ یسوع خدا کسطرح بنگیا اور اسمیں کون کونسی الٰہی صفات ہیں؟؟ اور یہ معاملہ قابل غور ہو گیا کہ اسکی پیدائش خلاف قانون قدرت تو نہیں۔ ؟؟؟

لاکھوں آدمی دین عیسوی سے بیزار ہو گئے ہیں۔ اور سیکڑوں اخبار۔ بیسیوں رسالے اور پمفلٹ اس تاریک مذہب کی تردید میں شائع ہوتے ہیں۔

کسقدر حیرت کی بات ہے کہ ۱۹۰۰ برس کے باپ والے (مگر بن باپ پیدا ہوے ہوے) خدا کو اب خود عیسائی ہی باپ والا یسوع بنا رہے ہیں اور بڑے زور سے ثابت کر رہے ہیں کہ وہ انسان تھا اور محض ایک معمولی نیک انسان تھا۔ لیکچر مندرجہ بالا پڑھ کر معلوم ہوگا کہ پادری صاحب نے حیات کو ہر ایک موقع پر مد نظر رکھا ہے اور جسکو اس لیکچر کا موضوع کہنا چاہیے وہ اسی بات کو ثابت کرتا ہے کہ ابن مریم ایک انسان تھا۔ اور اسکی پیدائش معمولی طریق سے ثابت کرنے سے بھی یسوع کی انسانیت کا اقرار کرتا ہے۔ الغرض یہ ایک عمدہ نظارہ ہے جسے دیکھکر بے اختیار مُنہ سے نکلتا ہے کہ یا ہاے شور اشوری یا ہاے بے نمکینی۔ اے عیسائی قوم ؎

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

خدا توفیق دے تو ان شاء اللہ کسیوقت ایک رسالہ کے ذریعہ یا اسی قومی جریدہ کے ذریعہ یورپ کے موجودہ مذہب پر بحث کرونگا اور اسکی

کسر صلیب

بائبل کہاں سے آئی

گذشتہ اشاعت سے آگے

متی شاید اس واقعہ کے لکھنے میں درست کہتا ہو کہ گودنشان میں مسیح کو دیوانے آملے مگر اسبات کے بیان کرنے میں کہ اُن آدیوں نے جن سوار تھے وہ غلطی پر ہوسکتا ہے کیونکہ یہ اُسکی ذاتی رائے ہے مذکورہ بالا بیانوں سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ بائبل کے لکھنے والے اپنے ہمعصروں کے خیالات اور عادات میں اور لوگوں سے علحدہ نہ تھے اسی لیے ہم بائبل میں بہت سی علمی غلطیاں مبت سے اختلافات۔ کثرت کی خدا کی بابت ناقابل پذیرائی باتیں اور توہمات اور بد تہذیبی سے بھرے ہوئے گندے اور تاریک خیالات وغیرہ وغیرہ پاتے ہیں ان تمام اور دوسری باتوں کو چھوڑ کر جو کہ یہاں اور وہاں کثرت سے پائی جاتی ہیں بائبل میں ایک پوری کتاب ہے جو کہ مذہبی لحاظ سے کسی کام کی نہیں صرف ایک عشقیہ نظم ہے

اب ان تمام باتوں کی پردہ پوشی بیفائدہ ہے اور انکا ذکر نہ کرنا بزدلی کا کام ہے اب سب باتوں کو لوگ اچھی طرح سے جان گئے ہیں (اسکو خارج کردینا ہی بہتر ہوگا) خدا کا بڑا شکر ہے کہ اُسنے زمانہ گذشتہ کا ایک بیش بہا اور پُر از حکمت خزانہ روحانی زندگی کا (بائبل) ہمارے واسطے محفوظ رکھا مگر ہمکو اُسکی تعظیم میں عقل سے کام لینا چاہیے اور اپنی شکر گذاری میں دیانتدار ہونا چاہیے۔ سچ کو چھپانے میں خدا کی عزت نہیں ہوتی پس بائبل کے موجود ہونے کے واسطے ہمکو خدا کا شکر گذار ہونا تو ضرور چاہیے اور اس سے مدد لینی چاہیے مگر یہ نہیں کہ اسکو ایک بُت بناؤ۔ ہاں اس سے محبت کرو مگر ساتھ ہی اسکے جانچ پڑتال بھی کرو اسکی عزت کرو مگر اس سے خوف مت کھاؤ۔ اگر تم اسکی اصل حقیقت سے واقف ہوجاؤگے تو یہ تمھاری اور بھی زیادہ دوست ہوگی۔

اب پھر ہمارا یہ سوال ہے کہ بائبل کہاں سے آئی بعض لوگوں کی باتیں سُنکر شاید تم یہ خیال کرو کہ بائبل اسی طرح بابوں اور آیتوں میں تقسیم کی کرائی آسمان سے گر پڑی۔ میں ایسے بہت سے اشخاص کو جانتا ہوں جن کا ایمان ہے کہ یہ باب اور آیتیں بھی الہامی ہیں اور وہ اسبات کو سُنکر ہی سخت رنجیدہ ہوئے ہیں جبکہ مینے انکو کہا کہ اس تقسیم کو تو بہت ہی تھوڑا عرصہ ہوا ہے۔ بلکہ یہ تو اسی زمانہ کی ہے پہلے پہل اسمیں کسی قسم کے باب اور آیتیں نہ ہوتی تھیں۔ میں دوبارہ کہتا ہوں کہ ہمیں کتاب کی عزت اسمیں اچھے غور وخوض کے بعد کرنی چاہیے۔ اسکی ایک تاریخ ہے جبتک کہ ہم اس تاریخکو نہ سمجھیں ہم اسکو ہرگز ٹھیک نہیں سمجھ سکتے۔

پہلی حالت میں ایکبات تو ضرور صاف ہے یعنی کہ جب میں اسکو ہاتھ میں لیتا ہوں تو مجھکو معلوم دیتا ہے کہ عام محاورہ کے مطابق تو یہ کتاب نہیں ہے بلکہ کتابوں کا مجموعہ ہے۔ پُرانے عہدنامہ کے لیے تو ہم یہودیوں کے زیربار ہیں پُرانا عہدنامہ انکی بائبل ہے جو کہ زمانہ بزمانہ ہر طور سے محفوظ رکھی گئی ہے۔ یہانتک کہ ہم اس کا نشان دو ہزار برس تک پورے طور سے لگا سکتے ہیں مسیح سے چار سو سال پیشتر پُرانے عہدنامہ کی کتابیں ایک جزمیں اکٹھی کی گئیں اور ہمارے پاس تقریباً ایسی ٹھیک طور سے پہونچ گئی ہیں اور قریباً دو سال قبل از مسیح اس کا ترجمہ یونانی میں کیا گیا اسی واسطے اس زمانہ تک تو اسکا ٹھیک نشان اور صاف طور سے اسی طرح معلوم ہوسکتا ہے جیسے سیسرکی اور ریشن یا کوئی اور پُرانی کتاب تو اس سے ایکبات تو ضرور اور صاف طور سے ثابت ہوگئی کہ پرانے عہدنامہ کی عمر کم سے کم دو ہزار برس کی ہے۔

اس کے علاوہ ایک اور چیز ہمیں یاد رکھنے کے قابل ہے کہ وہ مختلف کتابیں کہ جتنے نئے اور پُرانے عہدنامہ کا ایک مجموعہ بنتا ہے اکثر کتابوں میں ہر ایک کے لکھنے میں کچھ نہ کچھ سال ضرور صرف ہوئے ہونگے دس احکام کے زمانہ سے لیکر جو کہ موسیٰ کے سر پر تھوپے جاتے ہیں اخیر خط تک ۱۵۰۰ برس کا زمانہ ہوتا ہے جو کہ قریباً اتنا ہی بڑا ہے جتنا کہ ہمارا عیسوی سنہ اور بھی ایک بڑی ضروری بات قابل یاد ہے کہ یہ کتابیں کبھی اس خیال سے نہیں لکھی گئی تھیں کہ ان تمام کو ایک جزو مین باندہ دیا جاویگا اور اس جزو کا نام بائبل کا جوڑ دیا جائیگا۔ کچھ نبیوں کی کتابیں بھی جنکا ذکر زمانہ ۳۵۰ برس کا ہوتا ہے ۸۰۰ برس قبل از مسیح یعنی آج کے دن کے قبل قریباً دو ہزار چھ سو برس ہوئے۔ قریباً نویں صدی قبل از مسیح شروع کی گئی اور قریباً چار سو سال میں ختم ہوئی۔ بادشاہوں اور سموئیل کی کتابیں قریباً چھٹی صدی قبل از مسیح لکھی گئیں اور کرانیکلز کی کتابیں قریباً ڈیڑہ سو سال بعد میں لکھی گئیں۔ دانیال کی کتاب اس کے بھی ڈیڑہ سو سال بعد میں لکھی گئی۔ اور رسولوں کے خطوط مکاشفات۔ انجیلیں اور رسولوں کے اعمال پہلی صدی کے آدم سے لیکر دوسری صدی کے نصف حصہ تک اخیری میں لکھی گئیں۔

اب یہ ایک قدرتی بات ہے کہ ایک مجم میں جو کہ اس قدر عرصہ دراز میں لکھا گیا ہو اور اسقدر آدمیوں کی تصنیف ہو کسقدر اختلافات مختلف صورتوں میں پایا جاسکتا ہے اور یہ کسقدر قانون قدرت اور انسانی فطرۃ کے برخلاف ہے کہ تمام بائبل کو ایک ہی جیسا قابل قبول اور مفید ٹھیرایا جاوے۔ آؤ ہم دانائی سے کام لیں اور اس روشنی کے مطابق جو ہمکو عطا کی گئی تمیز کریں اور اسبات کے پہلوؤں پر غور کریں۔ بائبل کی بعض کتابوں میں صرف خونی لڑائیوں کے ذکر اور زندگی بچانے کے واسطے جو جھگڑے بکھیڑے کیے گئے درج ہیں جو کہ صرف ایک قسم کی تاریخ ہے اور دوسرے مقامات پر ہمیں زمانہ گذشتہ لوگوں کی رائیں بڑے بڑے اہم سوالات کی بابت ہیں۔ مثلاً پیدائش دنیا۔ آدمی کا آغاز۔ برائی کی جڑ وغیرہ وغیرہ صاف ظاہر ہے کہ اصل واقعات کے رو سے یہ کوئی الہامی باتیں نہیں صرف پرانے زمانہ کے دانا لوگوں کی اپنی اپنی رائیں ہیں ان مختلف مضامین کے متعلق۔ بعض کتابوں بار ہمیں صرف اپنی ہی خواہشات کو ظاہر کیا گیا ہے یا سریلے گیت ہیں مثلاً زبور اور دوسری کتابیں اسی طور سے ان یہودی مصلح اور قومی بہتری کی خواہشوں کے خیالات کے صرف تاریخیں ہیں جیسے کہ یسعیاہ اور دوسرے نبیوں کی کتابیں اس سے صاف ظاہر ہے کہ بائبل میں پُرانے زمانہ کے دانا اور قابل آدمیوں کی گفتار رفتار اور اعمال درج ہیں جسطرح خدا انکو کہتا رہا وہ کرتے رہے یا بعض دفعہ جسطرح انکی اپنی مرضی میں آیا ویسا ہی کرتے رہے ایک اور نکتہ قابل غور ہے کہ ان کتابوں نے کبھی خود الہامی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا وہ ہمیشہ اپنے آپکو ویسی ہی ظاہر کرتی رہی ہیں جیسے کہ وہ ہیں تاریخ گیت پیشگوئیاں اور کچھ اخلاقی تعلیم (سو وہ بھی ناقص) اسطرح سے تو وہ اپنے اپنے مراتب پر بغیر کسی قسم کے دعوے کے موجود ہیں۔ بائبل کا یہ حال ہے کہ وہ مختلف کتابیں ہیں جو کہ مختلف زمانہ میں تصنیف یا تالیف ہوئی۔

سخت ضرورت

مینے ایک رسالہ عجیب طرز کا حضرت اقدس کی تائید میں لکھا ہے جو چھپنا شروع ہوگیا ہے ۱۶ صفحہ تک چھپکر طیار ہے اور ۳۲ صفحہ تک طیار ہے اب

ایک عیسائی کے چند سوالوں کا جواب

مرقومہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

گذشتہ اشاعت سے آگے

اور بعض جگہ بعض معجزات کو بتصریح بیان کردیا ہے جیسے معجزہ شق القمر جو ایک عظیم الشان معجزہ اور خدائی قدرت کا ایک کامل نمونہ ہے جسکی تصریح ہمنے کتاب سرمہ چشم آریہ میں بخوبی کردی ہے جو شخص مفصل دیکھنا چاہے اُس میں دیکھ سکتا ہے اس جگہ یہہ بھی یاد رہے کہ جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خود تراشیدہ نشان مانگا کرتے تھے اکثر وہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نشانوں کے آخرکار گواہ بھی بن گئے تھے کیونکہ آخر وہی لوگ تو تھے جنہوں نے مشرف باسلام ہوکر دین اسلام کو مشارق ومغارب میں پھیلایا اور نیز معجزات اور پیشگوئیوں کے بارے میں کتب حدیث میں اپنی رویت کی شہادتیں قلمبند کرائیں پس اس زمانہ میں ایک عجیب طرز ہے کہ اُن بزرگان دین کے اُس زمانہ جاہلیت کے انکاروں کو بار بار پیش کرتے ہیں جن سے بالآخر خود وہ دست کش اور تائب ہوگئے تھے لیکن اون کی اون شہادتوں کو نہیں مانتے جو راہ راست پر آنے کے بعد اُنہوں نے پیش کی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات تو چاروں طرف سے چمک رہے ہیں۔ وہ کیونکر چھپ سکتے ہیں صرف معجزات جو صحابہ کی شہادتوں سے ثابت ہیں وہ تین ہزار معجزہ ہے اور پیشگوئیاں تو شاید دس ہزار سے بھی زیادہ ہونگی جو اپنے وقتوں پر پوری ہوگئیں اور ہوتی جاتی ہیں۔ ماسوائے اس کے بعض معجزات وپیشگوئیاں قرآن شریف کی ایسی ہیں کہ وہ ہمارے لئے بھی جو اس زمانہ میں ہیں مشہود ومحسوس کا حکم رکھتی ہیں اور کوئی اون سے انکار نہیں کرسکتا۔ چنانچہ وہ یہہ ہیں (۱) عذابی نشان کا معجزہ جو اوسوقت کے کفار کو دکھلایا گیا تھا یہ ہمارے لئے بھی فی الحقیقت ایسا ہی نشان ہے جسکو چشم دید کہنا چاہیئے وجہ یہہ کہ یہہ نہایت یقینی مقدمات کا ایک ضروری نتیجہ ہے جس سے کوئی موافق اور مخالف کسی صورت سے انکار نہیں کرسکتا۔ اول یہ مقدمہ جو بطور بنیاد معجزہ کے ہے نہایت بدیہی اور مسلم الثبوت ہے کہ یہ عذابی نشان اوسوقت مانگا گیا تھا کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور چند رفیق آنجناب کے کہ میں عوت حق کی وجہ سے خود صدہا تکالیف اور درد اور دکھوں میں مبتلا تھے اور وہ ایام دین اسلام کے لئے ایسے ضعف اور کمزوری کے دن تھے کہ خود کفار مکہ ہنسی اور ٹھٹھے کی راہ سے مسلمانوں کو کہا کرتے تھے کہ اگر تم حق پر ہو تو اسقدر عذاب اور مصیبت اور دکھ اور درد ہمارے ہاتھ سے کیوں تمہیں پہنچ رہا ہے اور وہ خدا جسپر تم بھروسہ کرتے ہو وہ کیوں تمہاری مدد نہیں کرتا اور کیوں تم ایک قدر قلیل جماعت ہو جو عنقریب نابود ہونے والی ہے اور اگر تم سچے ہو تو کیوں ہمپر عذاب نازل نہیں ہوتا۔ ان سوالات کے جواب میں جو کچھ کفار کو قرآن شریف کے متفرق مقامات میں ایسے زمانہ تنگی وتکالیف میں کہا گیا وہ دوسرا مقدمہ اس پیشگوئی کی عظمت شان سمجھنے کیلئے ہے کیونکہ وہ زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اون کے صحابہ پر ایسا نازک زمانہ تھا کہ ہر وقت اپنی جان کا اندیشہ تھا اور چاروں طرف ناکامی منہ دکھلا رہی تھی سو ایسے زمانہ میں کفار کو اُن کے عذابی نشان مانگنے کے وقت صاف صاف طور پر یہہ کہا گیا تھا کہ عنقریب تمہیں اسلام کی فتحمندی اور تمہارے سزایاب ہونیکا نشان دکھلایا جائیگا اور اسلام جواب ایک تخم کی طرح نظر آتا ہے کسی دن ایک بزرگ درخت کی مانند اپنے تئیں ظاہر کرے گا اور وہ جو عذاب کا نشان مانگتے ہیں وہ تلوار کی دھار سے قتل کئے جائیں گے اور تمام جزیرہ عرب کفر اور کافروں سے صاف کیا جائیگا۔ اور تمام عرب کی حکومت مومنوں کے ہاتھ میں آجائیگی اور خداتعالیٰ دین اسلام کو عرب کے ملک میں ایسے طور سے جمادیگا کہ پھر بت پرستی کبھی پیدا نہیں ہوگی اور حالت موجودہ جو خوف کی حالت ہے بکلی امن کے ساتھ بدل جائیگی اور اسلام قوت پکڑیگا اور غالب ہوتا چلا جائیگا یہاں تک کہ دوسرے ملکوں پر اپنی فتح اور نصرت کا سایہ ڈالیگا اور دُور دُور تک اوس کی فتوحات پھیل جائینگی اور ایک بڑی بادشاہت قائم ہوجائیگی جسکا اخیر دُنیا تک زوال نہیں ہوگا ✤

اب جو شخص پہلے ان دونوں مقدمات پر نظر ڈال کر معلوم کرلیوے کہ وہ زمانہ جس میں یہہ پیشگوئی کی گئی اسلام کیلئے کیسی تنگی اور ناکامی اور مصیبت کا زمانہ تھا اور جو پیشگوئی کی گئی وہ کسقدر حالت موجودہ سے مخالف اور خیال اور قیاس سے نہایت بعید بلکہ صریح محالات عادیہ سے نظر آتی تھی۔ پھر بعد اس کے اسلام کی تاریخ پر جو دشمنوں اور دوستوں کے ہاتھ میں موجود ہے ایک منصفانہ نظر ڈالے کہ کیسی صفائی سے یہ پیشگوئی پوری ہوگئی اور کسقدر دلوں پر ہیبت ناک اثر اوس کا پڑا اور کیسے مشارق اور مغارب میں تمامتر قوت اور طاقت کے ساتھ اوس کا ظہور ہوا تو اس پیشگوئی کو یقینی اور قطعی طور پر چشم دید معجزہ قرار دیگا جس میں اوس کو ایک ذرہ بھی شک وشبہ نہیں ہوگا ✤

پھر دوسرا معجزہ قرآن شریف کا جو ہمارے لئے حکم مشہود ومحسوس کا رکھتا ہے وہ عجیب وغریب تبدیلیاں ہیں جو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں برکت پیروی قرآن شریف واثر صحبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظہور میں آئیں جب ہم اس بات کو دیکھتے ہیں کہ وہ لوگ مشرف باسلام ہونے سے پہلے کیسے اور کس طریق اور عادت کے آدمی تھے اور پھر بعد شرف صحبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واتباع قرآن شریف کس رنگ میں آگئے اور کیسے اخلاق میں عقائد میں چلن میں گفتار میں رفتار میں کردار میں اور اپنی جمیع عادات میں خبیث حالت سے منتقل ہوکر نہایت طیب اور پاک حالت میں داخل کئے گئے تو ہمیں اس تاثیر عظیم کو دیکھ کر جس نے اُن کے زنگ خوردہ وجودوں کو ایک عجیب تازگی اور روشنی اور چمک بخش دی تھی اقرار کرنا پڑتا ہے کہ یہ تصرف ایک خارق عادت تصرف تھا جو خاص خداتیعالیٰ کے ہاتھ نے کیا قرآن شریف میں خداتیعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اون کو مردہ پایا اور زندہ کیا اور جہنم کے گڑھے میں گرتے دیکھا تو اُس ہولناک حالت سے چھڑایا بیمار پایا اور اونہیں اچھا کیا اندھیرے میں پایا اونہیں روشنی بخشی اور خدا تیعالیٰ نے اس اعجاز کے دکھلانے کے لئے قرآن شریف میں ایک طرف عرب کے لوگوں کی وہ خراب حالتیں لکھی ہیں جو اسلام سے پہلے وہ رکھتے تھے اور دوسری طرف اُن کے وہ پاک حالات بیان فرمائے ہیں جو اسلام لانے کے بعد اُن میں پیدا ہوگئے تھے کہ تا جو شخص اُن پہلے حالات کو دیکھے جو کفر کے زمانہ میں تھے اور مقابل اُس کے وہ حالت پڑھے جو اسلام لانے کے بعد ظہور پذیر ہوگئی تو ان دونو طور کے سوانح پر مطلع ہونے سے بیقین کامل سمجھ لیویگا کہ یہہ تبدیلی ایک خارق عادت تبدیلی ہے جسے معجزہ کہنا چاہیئے ✤

پھر تیسرا معجزہ قرآن شریف کا جو ہماری نظروں کے سامنے موجود ہے اُس کے حقایق ومعارف ولطائف ونکات ہیں جو اوس کی بلیغ وفصیح عبارات میں بھرے ہوئے ہیں اس معجزہ کو قرآن شریف میں بڑی شد ومد سے بیان کیا گیا ہے اور فرمایا ہے کہ تمام جن وانس اکٹھے ہوکر اُسکی نظیر بنانا چاہیں تو اون کے لئے ممکن نہیں یہ معجزہ اس

دلیل سے ثابت اور متحقق الوجود ہے کہ اس زمانہ تک کہ تیرہ سو برس سے زیادہ گزر رہا ہے باوجودیکہ قرآن شریف کی ندا دنیا کے ہر ایک نواح میں ہو رہی ہے اور بڑے زور سے **ھل من معارض** کا نقارہ بجایا جاتا ہے مگر کبھی کسی طرف سے آواز نہیں آئی پس اس سے اس بات کا صریح ثبوت ملتا ہے کہ تمام انسانی قوتیں قرآن شریف کے مقابلہ ومعارضہ سے عاجز ہیں بلکہ اگر قرآن شریف کی صدہا خوبیوں میں سے صرف ایک خوبی کو پیش کرکے اُس کی نظیر مانگی جائے تو انسان ضعیف البنیان سے یہ بھی ناممکن ہے کہ اس ایک جزو کی نظیر پیش کر سکے مثلاً قرآن شریف کی خوبیوں میں سے ایک یہ بھی خوبی ہے کہ وہ تمام معارف دینیہ پر مشتمل ہے اور کوئی دینی سچائی جو حق اور حکمت سے تعلق رکھتی ہے۔ ایسی نہیں جو قرآن شریف میں پائی نجاتی ہو مگر ایسا شخص کون ہے کہ کوئی دوسری کتاب ایسی دکھلائے جس میں یہ صفت موجود ہو اور اگر کسی کو اس بات میں شک ہو کہ قرآن شریف جامع تمام حقائق دینیہ ہے تو ایسا متشکک خواہ عیسائی ہو خواہ آریہ اور خواہ برہمو ہو خواہ دہریہ اپنی طرز اور طور پر امتحان کرکے اپنی تسلّی کرا سکتا ہے اور ہم تسلّی کر دینے کے ذمہ وار ہیں انشاءاللہ بشرطیکہ کوئی طالب حق ہماری طرف رجوع کرے بائیبل میں جسقدر پاک صداقتیں ہیں یا حکماء کی کتابوں میں جسقدر حق اور حکمت کی باتیں ہیں جنپر ہماری نظر پڑی ہے یا ہندوؤں کے وید وغیرہ میں جو اتفاقاً بعض سچائیاں درج ہو گئی یا باقی رہ گئی ہیں جنکو ہمنے دیکھا ہے یا صوفیوں کی صدہا کتابوں میں جو حکمت و معرفت کے نکتے ہیں جن پر ہمیں اطلاع ہوئی ہے اُن سب کو ہم قرآن شریف میں پاتے ہیں اور اس کامل استقراء سے جو تیس برس کے عرصہ سے نہایت عمیق اور محیط نظر کے ذریعہ سے ہمکو حاصل ہے۔ نہایت قطع اور یقین سے ہمپر یہ بات کھل گئی ہے کہ کوئی روحانی صداقت جو تکمیل نفس اور دماغی اور دلی قویٰ کی تربیت کے لئے اثر رکھتی ہے ایسی نہیں جو قرآن شریف میں درج نہ ہو اور یہ صرف ہمارا ہی تجربہ نہیں بلکہ یہی قرآن شریف کا دعویٰ بھی ہے جس کی آزمائش نہ فقط میں نے کی بلکہ ہزارہا علماء ابتدا سے کرتے آئے اور اُس کی سچائی کی گواہی دیتے آئے ہیں*

پھر چوتھا معجزہ قرآن شریف کا اُس کے روحانی تاثیرات ہیں جو ہمیشہ اوس میں محفوظ چلے آتے ہیں یعنے یہ کہ اوس کی پیروی کرنے والے قبولیت الٰہی کے مراتب کو پہنچتے ہیں اور مکالمات الٰہیہ سے مشرف کئے جاتے ہیں خدا تعالیٰ اون کی دعاؤں کو سنتا اور اونہیں محبت اور رحمت کی راہ سے جواب دیتا ہے اور بعض اسرار غیبیہ پر نبیوں کی طرح اون کو مطلع فرماتا ہے اور اپنی تائید اور نصرت کے نشانوں سے دوسرے مخلوقات سے اُنہیں ممتاز کرتا ہے۔ یہ بھی ایسا نشان ہے جو قیامت تک امت محمدیہ میں قائم رہے گا اور ہمیشہ ظاہر ہوتا چلا آیا ہے اور اب بھی موجود اور متحقق الوجود ہے مسلمانوں میں سے ایسے لوگ اب بھی دنیا میں پائے جاتے ہیں کہ جنکو اللہ جلشانہ اپنی تائیدات خاصہ سے موید فرماکر الہامات صحیحہ و صادقہ و مبشرات ومکاشفات غیبیہ سے سرفراز فرماتا ہے۔

اب اے حق کے طالبو اور سچے نشانوں کے بھوکو اور پیاسو انصاف سے دیکھو اور ذرا پاک نظر سے غور کرو کہ جن نشانوں کا خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں ذکر کیا ہے کس اعلیٰ درجہ کے نشان ہیں اور کیسے ہر زمانے کیلئے مشہود و محسوس کا حکم رکھتے ہیں پہلے نبیوں کے معجزات کا اب نام و نشان باقی نہیں صرف قصے ہیں خدا جانے اون کی اصلیت کہاں تک درست ہے بالخصوص حضرت مسیح کے معجزات جو انجیلوں میں لکھے ہیں۔ باوجود قصوں اور کہانیوں کے رنگ میں ہونیکے اور باوجود بہت سے مبالغات کے جو اون میں پائے جاتے ہیں ایسے شکوک وشبہات اونپر وارد ہوتے ہیں کہ جن سے اونہیں بکلّی صاف و پاک کرکے دکھلانا بہت مشکل ہے۔ اور اگر ہم فرض کے طور پر تسلیم بھی کرلیں کہ جو کچھ اناجیل مروجہ میں حضرت مسیح کی نسبت بیان کیا گیا ہے کہ لولے اور لنگڑے اور مفلوج اور اندھے وغیرہ بیمار اُنکے چھونے سے اچھے ہو جاتے تھے۔ یہ تمام بیان بلا مبالغہ ہے اور ظاہر پر ہی محمول ہے کوئی اور معنے اس کے نہیں تب بھی حضرت مسیح کی ان باتوں سے کوئی بڑی خوبی ثابت نہیں ہوتی اوّل تو انہیں دنوں میں ایک تالاب بھی ایسا تھا کہ اسمیں ایک وقت خاص میں غوطہ مارنے سے ایسی سب مرضیں فی الفور دور ہو جاتی تھیں۔ جیسا کہ خود انجیل میں مذکور ہے پھر ماسوائے اس کے زمانہ دراز کی تحقیقاتوں نے اس بات کو ثابت کر دیا ہے کہ ملکہ سلب امراض منجملہ علوم کے ایک علم ہے جس کے اب بھی بہت لوگ مشاق پائے جاتے ہیں جسمیں شدت توجہ اور دماغی طاقتوں کے خرچ کرنے اور جذبہ خیال کا اثر ڈالنے کی مشق درکار ہے سو اس علم کو نبوت سے کچھ علاقہ نہیں بلکہ مرد صالح ہونا بھی اس کے لئے ضروری نہیں اور قدیم سے یہ علم رائج ہوتا چلا آیا ہے مسلمانوں میں بعض اکابر جیسے حضرت محی الدین عربی صاحب فصوص اور بعض نقشبندیوں کے اکابر اس کام میں مشاق گزرے ہیں ایسے کہ اون کیوقت میں اُن کی نظیر پائی نہیں گئی۔ بلکہ بعض کی نسبت ذکر کیا گیا ہے کہ وہ اپنی کامل توجہ سے باذنہ تعالیٰ تازہ مردوں سے باتیں کرکے دکھلا دیتے تھے* اور دو دو تین تین سو بیماروں کو اپنے دائیں بائیں بٹھلاکر ایک ہی نظر سے تندرست کر دیتے تھے اور بعض جو مشق میں کچھ کمزور تھے وہ ہاتھ لگاکر یا بیمار کے کسی کپڑے کو چھوکر شفا بخشتے تھے۔ اس مشق میں عامل عمل کے وقت میں کچھ ایسا احساس کرتا ہے کہ گویا اوس کے اندر سے بیمار پر اثر ڈالنے کے وقت ایک قوت نکلتی ہے اور بسا اوقات بیمار کو بھی یہ مشہود ہوتا ہے کہ اُس کے اندر سے ایک زہریلا یا مادہ حرکت کرکے سفلی اعضاء کی طرف اوترتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ بکلّی منعدم ہو جاتا ہے۔ اس علم میں اسلام میں بہت سی تالیفیں موجود ہیں اور میں خیال کرتا ہوں کہ ہندوؤں میں بھی اس کی کتابیں ہونگی حال میں جو انگریزوں نے فن مسمریزم نکالا ہے حقیقت میں وہ بھی اسی علم کی ایک شاخ ہے انجیل پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح کو بھی کسی قدر اس علم میں مشق تھی مگر کامل نہیں تھے اُسوقت کے لوگ بہت سادہ اور اس علم سے بےخبر تھے۔ اسی وجہ سے اُس زمانہ میں یہ عمل اپنی حد سے زیادہ قابل تعریف سمجھا گیا تھا مگر پیچھے سے جوں جوں اس علم کی حقیقت کھلتی گئی لوگ اپنے علوّ اعتقاد سے تنزل کرتے گئے یہاں تک کہ بعضوں نے یہ رائے ظاہر کی کہ ایسی مشقوں سے بیماروں کو چنگا کرنا یا مجنونوں کو شفا بخشنا کچھ بھی کمال کی بات نہیں بلکہ اوس میں ایماندار ہونا بھی ضروری نہیں چہ جائے کہ نبوت یا ولائیت پر یہ دلیل ہو سکے ان کا یہ بھی قول ہے کہ عمل سلب امراض بدنیہ کی کامل مشق اور اسی شغل میں دن رات اپنے تئیں ڈالے رکھنا روحانی ترقی کے لئے سخت مضر ہے اور ایسے شخص کے ہاتھ سے روحانی تربیت کا کام بہت ہی کم ہوتا ہے اور قوت منوّرہ اُس کے قلب کی بغایئت درجہ گھٹ جاتی ہے۔ خیال ہو سکتا ہے کہ اسی وجہ سے حضرت مسیح علیہ السلام اپنی روحانی تربیت میں بہت کمزور نکلے۔ جیسا کہ پادری ٹیلر صاحب جو باعتبار عہدہ ونیز بوجہ لیاقت ذاتی کے ایک ممتاز آدمی معلوم ہوتے ہیں وہ نہایت افسوس سے لکھتے ہیں کی مسیح کی روحانی تربیت بہت ضعیف اور کمزور ثابت ہوتی ہے اور اون کے صحبت یافتہ لوگ جو حواریوں کے نام سے موسوم تھے اپنے روحانی تربیت یافتہ ہونے میں اور انسانی قوتوں کی پوری تکمیل سے کوئی اعلیٰ درجہ کا نمونہ دکھلا نہ سکے۔ کاش حضرت مسیح نے اپنے ظاہری شغل سلب امراض کی طرف کم توجہ کی ہوتی اور وہی توجہ اپنے حواریوں کی باطنی کمزوریوں اور بیماریوں پر ڈالتے خاص کر یہودا اسکریوطی پر) اسجگہ صاحب موصوف یہ بھی فرماتے ہیں کہ اگر نبی عربی

* تازہ مردوں کا عمل توجہ سے چند منٹ یا چند گھنٹوں کیلئے زندہ ہو جانا۔ قانون قدرت کے منافی نہیں جس حالت میں ہم بچشم خود دیکھتے ہیں کہ بعض جاندار کے مرنیکے بعد کسی دوا سے زندہ ہو جاتے ہیں تو پھر انسان کا زندہ ہونا کیا مشکل اور کیوں دور از قیاس ہے ۱۲

(صلی اللہ علیہ وسلم) کے صحابہ کے مقابلہ پر حواریوں کی روحانی تربیت یابی اور دینی استقامت کا موازنہ کیا جائے تو ہمیں افسوس کے ساتھ اقرار کرنا پڑتا ہے کہ حضرت مسیحؑ کے حواری روحانی طور پر تربیت پذیر ہونے میں نہایت ہی کچے اور پیچھے رہے ہوئے تھے اور اون کے دماغی اور دلی قوٰے کو حضرت مسیحؑ صحبت نے کوئی ایسی توسیع نہیں بخشی تھی جو صحابہ نبی عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مقابل پر کچھ قابل تعریف ہو سکے بلکہ حواریوں کے قدم قدم میں بزدلی سست اعتقادی تنگدلی دنیا طلبی بیوفائی ثابت ہوتی تھی مگر صحابہ نبی عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) سے وہ صدق ووفا ظہور میں آیا جس کی نظیر کسی دوسرے نبی کے پیروؤں میں ملنا مشکل ہے سو یہ اُس روحانی تربیت کا جو کامل طور پر ہوئے تھی اثر تھا جس نے اُنکو بکلی مبدل کر کے کہیں کا کہیں پہنچا دیا تھا۔ اسی طرح بہت سے دانشمند انگریزوں نے حال میں ایسی کتابیں تالیف کی ہیں کہ جن میں اونہوں نے اقرار کر لیا ہے کہ اگر ہم نبی عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) کیحالات رجوع الی اللہ و توکل و استقامت ذاتی و تعلیم کامل و مطہر والقائے تاثیر و اصلاح خلق کثیر از مفسدین و تائیدات ظاہری و باطنی قادر مطلق کو ان معجزات سے الگ کر کے بھی دیکھیں جو بمد منقول ان کی نسبت بیان کی جاتی ہیں تب بھی ہمارا انصاف اس اقرار کے لئے ہمیں مجبور کرتا ہے کہ یہ تمام امور جو ادن سے ظہور میں آئے۔ یہ بھی بلاشبہ فوق العادت اور بشری طاقتوں سے بالاتر ہیں اور نبوت صحیحہ صادقہ کی شناخت کرنے کے لئے قوی اور کافی نشان ہیں کوئی انسان جب تک اس کے ساتھ خدا تعالیٰ نہ ہو کبھی ان سب باتوں میں کامل اور کامیاب نہیں ہو سکتا اور نہ ایسی غیبی تائیدیں اُس کے شامل ہوتی ہیں +

تفسیر القرآن بالقرآن*

یہ ایک بینظیر تفسیر ہے جسکو جناب ڈاکٹر عبد الحکیم خانصاحب ایم۔ بی نے کمال محنت کیساتھ تصنیف فرما کر بغرض اصلاح حضرت مسیح آخر الزمان علیہ السلام اور مولانا مولوی نور الدین صاحب کو نصف سی زیادہ سُنادی تھی مسیح الزمان علیہ السلام نے وقتاً فوقتاً اسکی نسبت یہ ارشادات فرمائے نہایت عمدہ ہے شیریں بیان ہے۔ قرآنی نکات خوب بیان کئے ہیں دلوں پر اثر کرنیوالی ہے۔ حضرت مسیح الزمان اور مولانا نور الدین صاحب علیہم السلام نے بعض بعض جگہہ اصلاح بھی کی تھی اب فضل ربانی سے چھپکر طیار ہو چکی ہے خریداران الحکم والبدر کو پارہ عم کی تفسیر تحفت محض ۱؎ کے ٹکٹ آنے پر بطور نمونہ بھیجی جا سکتی ہے قیمت بلا جلد ۱۲؎ معہ جلد ۱۴؎ ۔ پارہ الم کی قیمت ۶؎ عم کے پارہ کی قیمت ۲؎۔ المشتہر خاکسار فتح محمد خان مینیجر مطبع عزیزی مقام تراوڑی ضلع کرنال ملک پنجاب۔ تمام درخواستیں مشتہر کے نام تراوڑی جانی چاہئیں +

حضرت حکیم الامۃ کا وعظ

جلسۃ الوداع کی تقریب پر

صحبت صادقین

گذشتہ اشاعت سے آگے

یہ دنیا کی معزز قومیں جیسی اسوقت اپنی کتاب کا پتہ نہ دے سکتی تھیں اور اسطرح پر گواہی دے رہی تھیں کہ ہادی کامل کے آنے کے وقت دنیا کی کیا حالت ہوتی ہے آج بھی باوجود تیرہ سو سال کے ترقیوں کے اسی طرح اپنی کتاب کی اصلیت پیش کرنے سے قاصر اور بے دست و پا ہے۔ میں حیران ہوتا ہوں کہ ایک طرف یہ قوم اس قدر بلند پروازیاں کر رہی ہے کہ خدا تعالیٰ کی قدرتوں پر احاطہ کر لینے کے دعوے کرتی اور رموز قدرت میں سے بہت سے امور کو اپنے قبضہ میں کر لینے کی مدعی ہوتی ہے اور دوسری طرف یہ حال کہ اصل کتاب کا پتہ نہیں دے سکتی! یہ صدی لا انتہا نہیں تو کثیر التعداد ترقیوں کی صدی کہلاتی ہے۔ لیکن مذہب کے معاملہ میں کتاب اللہ کی تفتیش اور تحقیق کے متعلق ایسی گری ہوئی صدی ہے کہ پہلے سے بھی زیادہ اس معاملہ کو تاریکی میں گرا دیا ہے۔

آزاد خیال (فری تھنکرز) لوگوں نے کوشش کی ہے کہ یورپ کو مذہب ہی کی قید سے آزاد کریں یہ ایک اور ثبوت ہے کہ اسوقت **ایک ہادی کی ضرورت** ہے۔ غرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت یہ تو پچھلوں کا حال تھا جن کی کتاب کو نازل ہوئے پورے چھ سو سال بھی نہ ہوئے تھے تو ان سے پہلوں کا کیا حال؟ توریت شریف کے محافظ جو انبیاء اللہ اور احبار کہلاتے تھے ان کا یہ حال ہے کہ وہی توریت جو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے منسوب کرتے ہیں اسی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کا بھی ذکر کیا ہے حالانکہ یہ ناممکن بات ہے۔ کیونکہ وفات کا واقعہ حضرت موسیٰ کے بعد کا ہی ہو سکتا ہے اور پھر قبر کا پتا نہیں یہ بھی اسمیں لکھا ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ایسے واقعات کا اندراج بعد میں ہوا ہے اور اس سے صاف کھل جاتا ہے کہ اصل توریت کی کیا حالت تھی اور وہ کہاں تک علماء یہود کی دست برد کے نیچے تھی اس میں کمی بیشی کرنے کے لئے وہ کیسے بے باک اور دلیر تھے؟

اپنے مذہبی شعائر سے ایسے ناواقف اور بیخبر کہ بیت اللہ کی تعیین میں ہی اونکو شبہ پڑا ہوا تھا جیسا کہ انجیل کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے

غرض یہ تو ان دو قوموں کا حال ہے جو اپنے آپ کو صاحب کتاب سمجھتے ہیں اور قرآن شریف کھلے طور پر جنکا مصدق بھی ہے + پھر ان دو سے پہلے جو قومیں گذری ہیں ان کے بقیۃ السلف جو اوسوقت موجود ہونگے ان کی حالت کا اندازہ قیاس کر لو۔ ہمارے اس ملک میں ایک قوم اوٹھی ہے جسکو زمانہ کے تازیانہ نے یا ترقی کی ہوا نے بیدار کیا ہے۔ وہ بھی ایک کتاب لے کر میدان میں نکلی ہے اور اپنی طرف سے کوشش کر رہی ہے کہ اس کتاب کو دوسری کتابوں کے بالمقابل کوئی جگہ دے مگر مجھے حیرت آتی ہے جب میں دیکھتا ہوں کہ ان کی کتاب کا پتہ جرمن سے ورے نہیں ملتا + اور اگر اب پائی بھی جاتی ہے تو کہا جاتا ہے کہ اس کے سمجھنے والا ہی کوئی نہیں پہلوں نے جو ترجمے کئے بہاشیں لکھے ٹیکا کئے وہ بالکل غیر مفید غیر متعلق اور خانہ ساز تھے اصل عبارات سے ان کا کچھ تعلق نہیں ہے۔

میں جب ایسی آوازیں سُنتا ہوں تو میری حیرت اور بھی بڑھ جاتی ہے کہ کتاب کی اصل غرض عمل ہوتی ہے اور عمل کے لئے مطلوب ہے اس کا علم اور واقفیت اور وہ یہاں مفقود ہے پھر اس کتاب کا فائدہ کیا ہے

غرض

جسقدر اس سوال پر مینے سوچا ہے اور میں سچ کہتا ہوں کہ میں نے مدتوں سوچا ہے اور بالکل خالی الذہن ہو کر محض سچائی اور راستی کے لینے کے لئے سوچا ہے اوسی قدر میرا تعجب اور افسوس بڑھا ہے ان قوموں پر ان کتابوں پر۔ اور شرح صدر ہوا ہے قرآن کریم کی تعلیمات کی سچائی پر اور اُس کے لانے والے کی صداقت پر اور بے اختیار ہو کر میرے دل سے نکلا ہے۔

اللھم صل علی محمد و علی آل محمد و بارک وسلم

دُنیا کے مختلف مذاہب اور اون کی مذہبی کتابوں اور اون کے ماننے والوں کی عملی حالت نے مجھے **ضرورت قرآن کی طرف** بڑی بھاری رہنمائی کی ہے اور میں یقیناً جانتا ہوں اور اسی لئے دعوی سے کہتا ہوں کہ جو شخص اپنے گوشہ تنہائی میں دل کو صاف کر کے اس تفرقہ مذاہب اور حالت مذاہب پر نظر کریگا اگر اُس کے دل میں کچھ بھی سلامتی اور فطرت میں سعادت سر میں دماغ اور عقل میں قوت فیصلہ ہے تو وہ اس نتیجہ پر بہت جلد پہنچ جاویگا

* یہ تفسیر القرآن الحکم والی نہیں ہے +

کہ اسلام ہی ایسا مذہب ہے جو انسان کے روحانی تقاضوں کو پورا کرتا ہے اور قرآن شریف ہی ایک کامل کتاب ہے جو انسان کی زندگی کو مفید اور ان اغراض کے ماتحت کرنیکے لئے اکیلی ہادی ہے جن کے لئے وہ پیدا ہوا ہے

پھر عرب کی حالت اور بھی قابل غور ہے اسکے ارد گرد یہہ تینوں قومیں آباد تھیں۔ ہندوستان میں وید کے ماننے والے ایران میں زرتشتی مذہب کے پیرو۔ اور شام میں اور عرب کے حصص میں عیسائی اور یہود۔ لیکن کسقدر تعجب خیز بات ہے کہ انمیں سے کوئی بھی ایسا قوی التاثیر مذہب نہ ہوا کہ عربوں پر اپنا اثر ڈال سکتا۔

تاریخ دنیا کا مصنف جو ہمارے سید و مولا امام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک دعا کا نشانہ اور اسلام کی صداقت پر ایک نشان ہے جس نے بڑی فخر سے اپنے آپ کو براہین احمدیہ کی تکذیب لکھکر مکذّب کہا ہے۔ عرب کو آریوں کا راستہ بتاتا ہے کہ وہ مصر کو اسی راستہ سے جاتے تھے مگر مجھے ہمیشہ ہی تعجب رہا کہ وہ صداقتیں جو ویدیں تھیں یا تو ان آریوں کو بھی معلوم نہ تھیں جو مصر کو عرب کے راستہ جاتے تھے اور یا ایسی کمزور اور بودی تھیں کہ عرب جیسے مشرکوں پر کوئی اثر ہی نہ ڈال سکتی تھیں۔ اسی طرح پر عیسائیوں اور یہودیوں اور زرتشتیوں کے فیضان سے عرب محروم کا محروم ہی رہا۔ مگر یہہ کیا معجزہ ہے کہ عرب میں جب فاران کی چوٹیوں اور حرا کے غاروں سے ایک نور نکلا تو اُس نے ہند پر اپنا اثر ڈالا۔ ایران پر اپنا اثر ڈالا۔ ایران پر اپنا اثر اور عیسائیوں اور یہودیوں پر اپنا اثر وہ عرب جنپر کسی کا اثر نہ پڑا تھا ان کے اثر سے سب کے سب متاثر ہو گئے اور اس کے نور سے سب نے حصّہ لیا۔

میں تو اس سے یہی نتیجہ نکالتا ہوں کہ یہ لوگ جو کچھہ اپنے پاس لئے بیٹھے تھے وہ دراصل ایک کمزور اور بے حقیقت شئے تھی جس میں دوسرے پر اثر اندازی اور جذب کی کوئی قوت ہی نہ تھی ورنہ یہ بات بالکل ناممکن ہے کہ وہ اثر کرنے سے رہتی اور حقیقت میں یہ بالکل سچ ہے جبکہ ابھی میں نے دکھایا ہے کہ ان لوگوں کی مذہبی کتابوں کی یہہ حالت تھی۔

جب ایسی حالت اور صورت تھی تو دانشمند بخوبی سمجھہ سکتا ہے کہ دنیا اسوقت کسقدر جہالت کا سامان اکٹھا کر چکی تھی۔

عرب میں تفرقہ اسقدر تھا کہ وحدت کا نام و نشان بھی پایا نہ جاتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف نے تحدیث بالنعمت کے طور پر اس امر کا ذکر کیا ہے کہ

کنتم اعداء فالّف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا

تم آپسمیں دشمن تھے ہم نے تمہارے دلوں میں ایسی محبت ڈالدی کہ اگر رات کو تم دشمن سوئے تھے تو صبح کو بھائی بھائی بنکر اُٹھے۔

غرض انمیں وحدت نظر نہ آتی تھی۔ نہ وہ فاتح تھے اور نہ مفتوح جیسے وہ حکمرانی کے قواعد و ضوابط سے ناآشنا محض ویسے ہی رعایا بن کر رہنے کے اصول سے ناواقف نہ مصنف تھے نہ موجد تھے غرض کچھہ بھی نہ تھے ایسی حالت میں ان کی عام حالت پکار پکار کر کہہ رہی تھی کہ

مردے از غیب بروں آید و کارے بکند

دنیا کی عام حالت کا وہ نظارہ خاص عرب کی یہہ حالت اس سے بڑھ کر اور کیا ضرورت ہوسکتی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی۔

(باقی آئندہ)

حضرت حجۃ اللہ امام الملّت کے مکتوبات

حضرت میر ناصر نواب صاحب کے نام

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

مکرمی اخویم میر صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عنایت نامہ پہنچا انشاء اللہ القدیر تمام مراتب واقع الوسواس کے حصّہ دوم میں بتفصیل آجائیں گے حصہ اوّل اب قریب الاختتام ہے صرف ایک خط چھپنا باقی ہے جو پیرزادوں اور سجادہ نشینوں کی طرف لکھا گیا ہے۔ اور بلحاظ مشائخ عرب کے وہ عربی میں خط ہے اور فارسی میں مولوی عبد الکریم صاحب نے اوس کا ترجمہ کیا ہے۔

جو آپ نے اپنے عملی طریق کے لئے دریافت کیا ہے وہ یہی امر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی اتباع کیطرف رغبت کریں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن اعمال پر نہائت درجہ اپنی محبّت ظاہر فرمائی ہے وہ دو ہیں ایک نماز اور ایک جہاد نماز کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ **قرۃ عینی فی الصلوٰۃ** یعنی میری آنکھہ کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے۔ اور جہاد کی نسبت فرماتے ہیں کہ میں آرزو رکھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کی راہ میں قتل کیا جاؤں۔

سو اس زمانہ میں جہاد روحانی صورت کا رنگ پکڑ گیا ہے اور اس زمانہ کا جہاد یہی ہے کہ اعلاء کلمہ اسلام میں کوشش کریں مخالفوں کے الزامات کا جواب دیں دین متین اسلام کی خوبیاں دنیا میں پھیلا دیں آنحضرت صلعم کی سچائی دنیا پر ظاہر کریں یہی جہاد ہے جبتک خدا تعالیٰ کوئی دوسری صورت دنیا میں ظاہر کرے۔

اور نماز اپنی اُسی پہلی حالت پر ہی چاہیے کہ نماز میں خدا تعالیٰ سے ہدائیت چاہیں اور **اھدنا الصراط المستقیم** کا تکرار کریں خواہ گنجائش وقت کے ساتھہ وہ تکرار سو مرتبہ تک پہنچ جائے سجدہ میں اکثر **یاحی یاقیوم** الخ بتمام عجز کہا کریں۔ مگر نماز کی قنوت میں عربی عبارتیں ضروری نہیں قنوت ان دعاؤں کو کہتے ہیں جو مختلف وقتوں میں مختلف صورتوں میں پیش آتی ہیں سو بہتر ہے کہ ایسی دعائیں اپنی زبان میں کی جائیں قرآن کریم اور ادعیہ ماثورہ اسیطرح پڑھنی چاہئیں جیسا کہ پڑھی جاتی ہیں مگر جدید مشکلات کی قنوت اگر اپنی زبان میں پڑھیں تو بہتر ہے تا اپنی مادری زبان نماز کی برکت سے بے نصیب نہ رہے قنوت کی دعاؤں کا التزام حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے بعض پانچوقت کے قایل ہیں اور بعض صبح سے مخصوص رکھتے ہیں اور بعض ہمیشہ کے لئے اور بعض کبھی کبھی ترک بھی کر دیتے ہیں مگر اصل بات یہ ہے کہ قنوت مصائب اور حاجات جدیدہ کے وقت یا ناگہانی حوادث کے وقت ہوتا ہے چونکہ مسلمانوں کے لئے یہ دن مصائب اور نوازل کے ہیں اسلئے کم سے کم صبح کی نماز میں قنوت ضروری ہے قنوت کی بعض دعائیں ماثور بھی ہیں مگر مشکلات جدیدہ کیوقت اپنی عبارتیں استعمال کرنی پڑیں گی غرض نماز کو مفروران بنانا چاہئے جو دعا اور تسبیح و تہلیل سے بھری ہوئی ہو۔

اور دعا اور استغفار اور درود شریف کا التزام رکھنا چاہئے اور ہمیشہ خدا تعالیٰ سے نیک کاموں اور نیک خیالوں اور نیک ارادوں کی توفیق مانگنی چاہئے کہ بجز اوسکی توفیق کے کچھہ نہیں ہو سکتا یہ ہستی سخت ناپایدار اور بے بنیاد ہے غفلت اور غافلانہ آسائش کی جگہ نہیں ہر یک سال پر اندر بڑے انقلاب پوشیدہ رکھتا ہے خدا تعالیٰ سے عافیت مانگنی چاہئے اور ہراساں اور ترساں رہنا چاہئے کہ وہ غنی و بے نیاز بھی ہے رحم کرتا ہے اگرچہ وہ گنہگار ہی ہوں اور چالاکوں اور خودپسندوں اور ہو اور نماز کرنیوالوں پر اُسکا قہر نازل ہوتا ہے اگرچہ وہ کیسے ہی اپنے تئیں نیک سمجھتے ہوں۔ والسلام

خاکسار غلام احمد از قادیان ۲۱- جنوری ۱۸۹۲ء

رفیقہ الوداد

الکتاب المرقوم فی تفسیر غلبت الروم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً

محب مکرم حضرت محمد احسان علی صاحب۔

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

محبت نامہ آپ کا آیا اور اُس کے مندرجہ سے آگاہی حاصل ہوئی۔ مسئلہ مہدی جو آپنے سوال نمبر ۱ و ۲ میں دریافت فرمایا ہے اُسکی تحقیق کما ینبغی تو ہمارے رسائل میں کی گئی ہے۔ لہذا ضرور ہے کہ جو رسائل مصنفہ احباب میں ہیں اُنکو مطالعہ فرمائیے تاکہ اُنکے دیکھنے سے حقیقت مہدی آپ پر بخوبی واضح ہو جائے بالفعل آپ کے ہر دو سوال کی نسبت کچھہ مختصراً چند الفاظ لکھے جاتے ہیں واضح ہو کہ ایک مہدی تو وہ ہے جو صرف لوگوں کے خیال و وہم میں ہے اور قرآن و حدیث میں اس خیالی وہمی مہدی کا کہیں پتہ اور نشان نہیں پایا جاتا۔

اور ثانیاً مہدی آخر الزمان خاتم الخلفا نفس الامری من عند اللہ ہے جس کے دعوی کے ثبوت کے لیے نصوص قرآنیہ و حدیثیہ موجود ہیں اور اُسکی شہادۃ کے لیے تمام آیات و امارات اور صدہا نشان آلہی بیرونی و اندرونی واقع ہو گئے ہیں جو رسائل مصنفہ میں لکھی گئی ہیں۔

سوال نمبر ۱۔ میں جو آپ نے زوال سلطنت اسلام سلطان روم کا یا اُس کا بیعت یا معیت مہدی میں داخل ہونا یا فتوحات خزائن ارضیہ کا اُس کے ہاتھہ میں آجانا اُسکی علامات سے قرار دیا ہے وہ نہ قرآن مجید میں مذکور ہے اور نہ کسی حدیث صحیح میں آیا ہے بعض رسائل اردو آثار محشر وغیرہ میں جو اسباب میں سلطان روم کی نسبت روایات لکھی ہیں مؤلفین رسائل نے اس پیشین گوئی کو بالکل نہیں سمجھا اصل حقیقت اُسکی مختصراً لکھی جاتی ہے۔

واضح ہو کہ مراد روم سے نصاریٰ روم ہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں سلطنت نصاریٰ کی نصاریٰ روم میں ایک زبردست سلطنت تھی اور بنیاد سلطنت ملک روم میں نصاریٰ ہی کے ہاتھہ سے قائم ہوئے تھے اور یہ استعمال عرب میں ایسا ہی ہے جیسا کہ برطانیہ سے مُراد سلطنت برطانیہ اور روس و یورپ وغیرہ سے مراد اہالی یورپ و اہالی روس مراد ہوتے ہیں غرضکہ کتب معتبرہ تواریخ سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت میں ملک روم میں سلطنت نصاریٰ ہی کی تھی دیکھو کتب تفاسیر اور شروح حدیث کو۔

اس پیشین گوئی مندرجہ سوال نمبر ایک کی حقیقت یہ ہے کہ اول سورہ روم میں یہ آیت موجود ہے

الٓمّٓ غلبت الروم فی ادنی الارض وھم من بعد غلبھم سیغلبون

یعنی رومی جو نصاریٰ ہیں قریب کی زمین میں مغلوب ہو گئے ہیں لیکن رومی اپنے مغلوب ہونے پیچھے عنقریب چند سال میں غالب ہو جاوینگے۔ اس آیت میں دو قراءتیں آئی ہیں اول غُلِبَتْ بصیغہ مجہول اور سَیَغْلِبُوْنَ بصیغہ معروف اس قراءت کی رو سے جو متواتر ہے وہی قصہ مراد ہے جو روم نصاریٰ اہل کتاب کی شکست خسرو بادشاہ فارس مشرک کے مقابلہ میں ہوئی تھی اور مسلمانوں کو اس شکست روم سے بوجہ اہل کتاب ہونے اُن کے کسی قدر رنج ہوا تھا اور مشرکین عرب کو بوجہ مشرک ہونے فارس کے خوشی حاصل ہوئی تھی لہذا مسلمانوں کی تشفی کے لیے یہ آیت سورہ روم میں نازل ہوئی جس میں دو پیشین گوئی عظیم الشان بیان فرمائی گئی ہیں ایک تو روم کا غالب ہونا فارس پر میعاد ہشت سال میں جو مفہوم بضع سنین کا ہے جسکی نسبت حضرت صدیق اکبر کا روم کے غالب ہو جانے پر ابی بن خلف سے شرط لگانا روایات صحیحہ میں مذکور ہوا ہے دوسری خوشخبری مسلمانوں کے لیے یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُسی بضع سنین میں نصرت اور فتح عظیم کا حاصل ہونا جس سے مؤمنین کو ایک بڑی خوشی اور فرحت حاصل ہو گی جو آیت ذیل میں بڑے زور شور کے ساتھ بیان فرمائی گئی ہے

ویومئذ یفرح المؤمنون بنصر اللہ ینصر من یشاء وھو العزیز الرحیم

یعنی جب کہ رومی غالب ہوں گے مسلمان اللہ کی مدد سے خوش ہو جائیں گے اللہ تعالیٰ جسکی مدد چاہتا ہے کرتا ہے اور وہی زبردست رحم والا ہے چنانچہ نزول سورہ روم سے ہشت سال میں بایام جنگ بدر یہ دونوں پیشین گوئیاں اپنے پورے مضمون کے ساتھہ پوری ہوئیں اور حضرت صدیق اکبر نے اپنی شرط کو فریق ثانی سے وصول کیا و الحمد للہ۔ دیکھو تفصیل اسکی کتب تفاسیر معتبرہ اور شروح احادیث میں۔

دوسری قراءت غَلَبَتْ بصیغہ معروف اور سَیُغْلَبُوْنَ بصیغہ مجہول آئی ہے چونکہ قراءت غیر متواترہ حکم حدیث صحیح کا رکھتی ہے اسلیے اس کے حکم کا ترک کرنا بھی جائز نہیں کیونکہ علم اصول کا قاعدہ ہے کہ **الاعمال خیر من الاھمال** یعنی عمل کرنا ہی افضل ہے ترک کرنے سے پس اسی قراءت کے بموجب یہ دوسری پیشین گوئی ہوئی کہ روم نصاریٰ پھر ایکمدت میں جو المضاعف پہلی مدت سے ہے یعنی غالب ہونیکے زمانہ سے بضع سنین ہی ہے اہل اسلام کے ہاتھہ سے مغلوب ہو جائے گی اور ہم نے اہل اسلام کی شرط اسلئے لگائی ہے کہ تمام نصوص قرآنیہ اور توراۃ میں نصرت اور فتح اہل اسلام کے لیے لکھی ہوئی ہے۔

قال اللہ تعالیٰ و لقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثھا عبادی الصالحون

یعنی بیشک ہم لکھہ چکے ہیں زبور میں بعد پند و نصیحت کے کہ تحقیق زمین مقدس کے وارث میرے نیک بندے ہو جائینگے چنانچہ حضرت عمر رضؓ کے عہد خلافت ۱۶ھ میں روم نصاریٰ مسلمانوں کے قبضہ میں آگئی اور یہ زمانہ مغلوب ہونے روم کا اُسکے غالب ہونے سے وہی آٹھہ سال ہوتے ہیں جو **بضع سنین** میں داخل ہیں اس صورت میں یہ آیت ذیل بھی بخوبی چسپاں ہو گئی

للہ الامر من قبل ومن بعد ویومئذ یفرح المؤمنون بنصر اللہ ینصر من یشاء وھو العزیز الرحیم یعنی پہلے سب کو اور بعد سب کے حکم اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے اور اُس دن خوش ہوں گے مسلمان ساتھہ مدد خدا کے مدد کرتا ہے وہ جسکو چاہتا ہے اور وہی غالب مہربان ہے کیونکہ اُسوقت میں بھی بسبب حصول فتح عظیم کے مؤمنین لشکر اسلام کو بڑی خوشی حاصل ہوئی کہ حضرت عمر رضؓ کے وقت میں

ینصر اللہ العزیز الرحیم

روم فتح ہوئی اور تمام اہل اسلام کو بڑی خوشی اور فرحت حاصل ہوئی والحمد للہ منذ اللہ

فللہ الامر من قبل ومن بعد

اس معنی کر کر حضرت عمر رضؓ ایک ایسے مہدی ہوئے جن کے وقت میں ملک روم فتح ہوا اور تمام خزائن اُس ملک کے اُنکے قبضہ میں آگئی اور چونکہ جملہ خلفاء راشدین کی نسبت مہدی فرمایا گیا ہے چنانچہ حدیث صحیح میں ہے۔

علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین من بعدی۔

یعنی لازم پکڑو تم میری سنت کو اور میرے

خلفا کو جو راشد اور مہدی ہیں۔ اس حدیث
کے بموجب جو شخص خلیفہ راشد آنحضرۃ کا حامی
اسلام ہو اسکو بھی مہدی کہیں گے لہذا حضرت
عمر بھی مہدی ہوئے اور اگر اس غالبی اور مغلوبی
کی مدت کا علم بضع سنین میں محصور رکھا
جاوے جیسا کہ ان آیات کے آگے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
وعد اللہ لا یخلف اللہ وعدہ ولکن
اکثر الناس لا یعلمون یعنی اس غالبی
اور مغلوبی روم کا وعدہ اللہ تعالیٰ کیطرف سے
ہے نہیں خلاف کرتا اللہ وعدہ اپنا ولیکن اکثر
لوگ اُسکا علم نہیں رکھتے یعنی بعض راسخون
فی العلم کو اُس مدت کا علم حاصل ہو سکتا ہے
جیساکہ شیخ اکبرؒ نے اعداد ابجد الٓمّ سے استنباط
کیا ہے اور غلبہ نصاریٰ کی مدت ۴۹۰ نکالی ہے
اور مغلوب ہونے کی مدت ۵۸۳ برس تو اس
قراءت کے بموجب بضع سنین سے قطع نظر کر کے ایک
اور غالبی مغلوبی روم کی مستنبط ہوتی ہے جسکی
طرف حدیث ذی مخبر کی جو ابو داؤد سے مشکوٰۃ
شریف میں ہے دلالت کرتی ہے۔

وعن ذی مخبر قال سمعت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم یقول ستصالحون
الروم صلحاً امنا فتغزون انتم وھم
عدوا من ورائکم فتنصرون وتغنمون
وتسلمون ثم ترجعون حتی تنزلوا بمرج
ذی تلول فیرفع رجل من اھل النصرانیۃ
الصلیب فیقول غلب الصلیب فیغضب
رجل من المسلمین فیدقہ فعند ذلک
تغدر الروم وتجمع للملحمۃ وزاد بعضھم
فیثور المسلمون الی اسلحتھم فیقتلون
فیکرم اللہ تلک العصابۃ بالشھادۃ

رواہ ابو داؤد

ترجمہ تشریحی اور روایت ہے ذی مخبر سے
کہ خادم ہے حضرت کا اور بھتیجا ہے نجاشی کا کہا
کہ سنا میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے فرماتے
تھے نزدیک ہے کہ صلح کرو گے تم اے مسلمانو روم
سے صلح با امن کہ طرفین فتنہ اور غدر سے نڈر
ہوں گے پس جنگ کرو گے تم اے مسلمانو اور وہ
رومی باہم متفق ہو کر دشمنوں سے کہ سوائے
تمہارے ہیں پس نصرۃ کیے جاؤ گے تم یعنی مدد کریگا
تمہاری اللہ تعالےٰ اُنپر اور غنیمت پاؤ گے اور
سلامت رہو گے یعنی زخمی ہونے سے اور مارے جانے
سے پھر پھرو گے یعنی دشمنوں کے پاس سے یہانتک
کہ اُترو گے تم اور اہل روم ایک سبزہ کی جگہ کہ
ٹیلے ہوں گے اسمیں پس بلند کرے گا ایک شخص
اہل نصرانیت سے چلیپا **ف** مراد اہل النصرانیۃ سے
روم ہیں اسلیے کہ روم دین نصرانیت پر تھی

اور چلیپا ایک لکڑی مربع ہوتی ہے کہ گمان
کرتے ہیں نصاریٰ کہ عیسیٰ اُسپر سولی دیکر قتل کیے
گئے۔ پس کہے گا وہ شخص کہ غالب آئی چلیپا
یعنی غالب آئے ہم بسبب برکت چلیپا کے
پس غصہ ہو گا ایک شخص مسلمانوں میں سے
یعنی بسبب اس کے کہ نسبت کی غلبہ کی غیر اسلام
کی طرف پس توڑ ڈالے گا وہ مسلمان چلیپا
پس نزدیک اس قصہ کے عہد توڑینگے رومی
اور جمع کرینگے لوگوں کو جنگ کے لیے اور زیادہ
کیا بعض راویوں نے اس عبارت کو کہ پس
دوڑینگے مسلمان طرف ہتھیار وں اپنے کے
پس لڑینگے مسلمان اُن سے پس بزرگی دیگا
اللہ تعالےٰ اُس جماعۃ مسلمانوں کو ساتھ
شہادۃ کے نقل کی یہ ابو داؤد نے ترجمہ
مشکوٰۃ شریف۔ اس حدیث کے ذیل میں
حاشیہ کو ایک دریہ اردو میں لکھا ہے کہ حدیث
ذی مخبر زبان زد خلائق ہے جسکا انتظار اہل
اسلام کر رہے ہیں حالانکہ اُسکے مضمون کی
تصدیق زیادہ چھ سو سال ہوئے ہو چکی
مگر تعجب کہ ہنوز اہل اسلام اُسکے منتظر ہیں
کیونکہ بعد صلح ہاروں رشید شارلیمن کے
اہل روم نے غدر کیا کہ موضع ذی تلول پر
میکائیل ہفتم آیا اور اُسنے کہا کہ آج صلیب
کو غلبہ ہے پس طغرل ایک مرد مسلمان کو
غصہ آیا اور اُسنے اُسکو ٹکا بوٹی کر ڈالا پھر
بنی اصفر اسّی کمپوں سے جس میں دس لاکھ
فوج تھی چڑھی اور مسلمانوں کو شہید کر کر
بیت المقدس پر اٹھاسی سال تک غالب
رہی مگر خوفناک انتہی موضع الحاجۃ۔ اور یہ
غلبہ نصاریٰ کا آخر صدی پنجم یعنی ۴۹۰ء
میں بموجب حدیث ذی مخبر کے واقع ہوا
اور چونکہ اس غَلَبتٰ کے بعد سیغلبون
پیشین گوئی موجود ہے لہذا صلاح الدین
کے عہد سلطنت میں روم نصاریٰ پھر
مغلوب ہو گیا اور صلاح الدین نے ۵۸۳ھ
میں روم کو فتح کر لیا دیکھو تواریخ کو اس صورت
میں چونکہ صلاح الدین بھی ایک بادشاہ حامی
اسلام تھا لہذا بسبب اپنے صلاح و تقوی
کے وہ بھی ایک معنی کر کر مہدی یعنی ہدایت
یافتہ ہو سکتا ہے مگر یہ پیشین گوئی جو قرآن
مجید سے بموجب ایک قراءت غیر متواترہ کے
بطور ایک لطیف استنباط کے مستنبط ہوتی ہے
متعلق خلافت اور سلطنت کے ہے اور خاتم
الخلفاء مہدی آخر الزمان سے جس کی نسبت

لا مھدی الا عیسٰی

وارد ہے کچھ تعلق نہیں رکھتی کیونکہ ہمارے
ادلہ نصوص صریحہ ہیں نہ ایسے خفی اور دقیق اور
پھر اس مہدی کی نسبت صحیح بخاری میں

یضع الحرب

وارد ہے۔ الحاصل فتح روم کے متعلق اگر کوئی
روایت ہے تو اُسکی اصل حقیقت صرف اسی
قدر ہے جو قرآن مجید سے مستنبط ہے اور حدیث
ذی مخبر سے مفہوم ہوتی ہے دیگر ہیچ مؤلفین
رسائل نے حقیقت اس پیشین گوئی کی بالکل
نہیں سمجھی اور اُسپر علاوہ یہ کہ اپنے خیالات کو
بموجب جو مہدی کے بارہ میں رکھتے ہیں ان
روایات مختلفہ کی شرح کر دی ہے جس سے
عوام لوگ دہوکہ میں پڑ گئے ہیں۔ دیگر ہیچ۔

دوسرے سوال کی نسبت مختصر

تحریر ہے کہ جبکہ مہدی وسط متعدد ہو سکتے
ہیں تو ممکن ہے کہ بنی فاطمہ میں سے بھی کوئی
مہدی ہوا ہو بلکہ ہوئے بھی ہیں جنھوں نے
علاوہ عدل و انصاف کے حمایت اسلام اور
رفع حملجات مخالفین اسلام میں جہاد بھی کیے
ہیں دیکھو ریاض المستطابہ صفحہ واما
الذین قاموا بالامامۃ من الفاطمیین
فی بلاد العجم والعراق اکثر من عشرین
اماما وتمکن منھم بضعۃ عشر الخ
یعنی وہ لوگ کہ جنھوں نے بنی فاطمہ میں سے
دعوی امامت و خلافت کیا عراق و عجم کے
بلاد میں وہ بیس اماموں سے زیادہ ہیں
اور انھیں میں سے دس صاحبوں سے زیادہ
نے خلافت اور امامت پر قدرت پائی۔۔ آخر
عبارت تک اور انکی خلافت اور امامت میں
کامل درجہ پر عدل و انصاف بھی ہوا اور تائید
اسلام اور اعلاء کلمۃ اللہ اور جہاد بشر ائط
اسلامی بھی واقع ہوا اور بعضوں کی اسمیں سے
مواطاۃ ساتھ نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے بھی پائی جاتی ہے مگر ہمکو ان ائمہ سے کچھ
بحث نہیں کیونکہ یہ روایات دربارہ مہدی
نہایت مختلف اور متضاد ہیں جنکی تطبیق میں
شراح حدیث نہایت درجہ حیران ہیں اگر
ہم ان روایات کو تسلیم بھی کریں تو اُنکی تاویل
بھی کریں گے کہ قرآن و حدیث میں اکثر جگہ پر
مراد اسماء سے وہ صفات ہوتی ہیں جو مدلول
اسماء ہیں نہ فقط اسماء مجرد از صفات کیونکہ اسم
مجرد از صفت سے کیا کام چل سکتا ہے آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے جسقدر اسماء ہیں وہ سب
صفاتی ہیں علی ہذا القیاس خاتم الخلفاء کے
اسماء بھی صفاتی ہی ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ کے
نام بھی سب صفاتی ہی ہیں کما قال اللہ تعالیٰ
وللہ الاسماء الحسنٰی۔

کے فتنوں میں پڑے ہوئے ہیں انکو کیا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے آپ نہیں دیکھتے امراء اور نوابوں اہل اسلام کو کہ بسبب اپنی امارت اور خزانوں کے کسقدر عیاشی اور فسق و فجور میں پڑے ہوئے ہیں جو ناگفتہ بہ ہے۔

اور آگے رہی حدیث ذوالسُّوَیقتین کی سو اُسکی نسبت شارحین نے خود لکھا ہے وھذا عند قرب السّاعۃ حیث لا یبقیٰ قائل اللہ اللہ الی ان قال القرطبی ھذا بعد رفع القرآن من الصّدور بعد موت عیسی وھو الصّحیح یعنی یہ خانہ کعبہ کا اکھاڑا جانا ذوالسُّوَیقتین کے ہاتھ سے عین قرب قیامت میں ہوگا جبکہ کوئی شخص اللہ اللہ کہنے والا بھی باقی نہ رہے گا یہاں تک کہ کہا قرطبی نے کہ یہ امر بعد موت عیسی موعود کے بوقت اُٹھائے جانے قرآن کے سینوں سے واقع ہوگا اور یہی صحیح ہے۔

اور پھر ایک اور بات یاد رہے کہ اگر یہ پیشین گوئیاں مخبر صادق علیہ السلام کی جس کا مصداق یہ مسیح موعود ہے نہ بھی ہوتیں تب بھی مجدد اسلام اپنی ذات میں ایک ایسا مجمع نشانات الٰہی کا ہے کہ اُسکی تصدیق کے لیے قرآن و حدیث ہمکو مجبور کر رہی ہیں پھر جبکہ پیشین گوئیاں مخبر صادق کی بھی اُسپر صادق آگئی ہیں اور پھر اندرونی اور بیرونی نشانات الٰہی بھی اُسکی ذات میں موجود ہیں تو پھر تو نور علی نور کا مضمون واقع ہو گیا فاین المفر۔

اور پھر ان سب امور پر علاوہ یہ ہے کہ اُسکے حق میں واقع ہے کہ وہ منجانب اللہ حکم ہو کر مبعوث ہوگا تو جو روایات رطب و یابس یا موضوع ہیں اُنکو وہ کیونکر قبول کر سکتا ہے کہ درصورت قبول کرنے کے ایک تو اجتماع اضداد لازم آتا ہے اور حکمیت اُسکی جو مسلم فریقین ہے باطل ہوئی جاتی ہے کیونکہ حکم من اللہ کے معنے تو یہی ہیں کہ جو عقائد فاسدہ اور خیالات کاسدہ حسب روایات موضوعہ اہل اسلام میں رواج پا گئی ہوں گی انہیں وہ حکم ہو کر فیصلہ کر دیوے اور یہ امر تو ہرگز خیال میں نہیں آ سکتا کہ وہ ایسا حکم ہو کہ تمام فرق مختلفہ اسلامیہ کے خیالات اور اُنکی تمام روایات متضادہ کو بھی تسلیم کر لیوے اور پھر حکم ہی رہے ہذا خلف

اور یہ بھی یاد رہے کہ مہدی بھی تو ایک مجدد ہی ہوگا لاغیر کیونکہ لفظ مجدد کا ایک ایسا عام ہے کہ خلیفہ اول سے لیکر مسیح موعود تک بلکہ قیامت تک جو شخص مصداق ہو

ان اللہ یبعث لھٰذہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا

کا وہی مجدد ہوگا خواہ خلیفہ اول صدیق اکبر ہوں یا مسیح موعود خاتم الخلفا و مہدی مسعود ہو ہاں یہ سب مجددین سب کے سب یکساں اور متساوی فی الدرجہ نہیں ہیں بلکہ بحکم

تلک الرّسل فضلنا بعضھم علیٰ بعض

کے اُمت محمدیہ میں بھی یہ حکم فضیلت کا جاری و نافذ ہے اللہ تعالےٰ اکثر جگہ پر بعد ذکر انبیاء و مرسلین کے جا بجا فرماتا ہے کہ

وکذالک نجزی المحسنین

یعنی جسطرح ہم مرسلین اور انبیاء کو ہم اجر و ثواب اور مدارج عنایت فرماتے ہیں اسیطرح پر جو لوگ اُنکے متبعین میں سے احسان کا درجہ رکھنے والے ہیں اُنکو بھی مراتب فضیلت دیتے ہیں وفوق کل ذی علم علیم

آپ کی مرض کے لیے دعا کی جاوے گی مگر وقتاً فوقتاً ذریعہ مراسلت کے آپ یاد دلاتے رہیں۔

ہاں یاد رہے کہ آپ نے علاج جسمانی اور اصلاح یا ترقی امور دنیوی کو مقدم رکھا ہے اور علاج روحانی کو مؤخر ڈالا ہے یہ طریقہ مسلک صواب نہیں ہے کیونکہ روحانی علاج دنیاوی امور سے مقدم ہونا چاہیے جبکہ کوئی انسان روحانی اصلاح کیطرف متوجہ ہوتا ہے تب اللہ تعالےٰ کا فضل یا نصرت اُسکے شامل حال ہو جاتا ہے اور اُسکی اصلاح دنیاوی بھی ہو جاتی ہے لا عکس ایسی شرط کرنا متقی کا کام نہیں ہے۔ دیکھو اول سورہ بقر کو۔

الٓمّٓ ذالک الکتٰب لاریب فیہ ھدًی للمتقین الذین یؤمنون بالغیب ویقیمون الصّلوٰۃ ومما رزقنٰھم ینفقون والذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک وبالاٰخرۃ ھم یوقنون اولٰئک علیٰ ھدًی من ربھم واولٰئک ھم المفلحون۔

غور کرو کہ اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے جو اولٰئک ھم المفلحون فرمایا ہے وہ بعد اصلاح روحانی کے ارشاد فرمایا گیا ہے نہ برعکس اور جسجگہ اللہ تعالےٰ نے فتوحات دینی و دنیوی کا بھی وعدہ فرمایا ہے وہ بعد اصلاح روحانی کے ہی فرمایا ہے نہ بالعکس۔ آپ نے جو صدق مقال اور اکل حلال کے لیے اپنی نسبت بیان کیا ہے یہ بڑی ایک صفت محمود ہے اگر اس زمانہ میں کسکو میسر ہو تو کبریت احمر ہے بعد اسکے اطمینان حاصل ہو جاوے گا

الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔

مورخہ ۱۲ اگست ۱۹۰۳ء

کتبہ محمد احسن بامر المسیح الموعود

سوال ضروری الحل

قرآن مجید میں رضاعی رشتوں ہفتگانہ میں سے صرف دو رشتے حرام فرمائے گئے ہیں۔ (۱) امہات رضاعی (۲) اور اخوات رضاعی اور باقی اور رشتوں رضاعی کی تفصیل حرمت محل تحریم میں بیان نہیں فرمائی گئی اور آخر آیت میں فرمایا گیا واحل لکم ماوراء ذٰلکم چونکہ محل بیان و تفصیل میں باقی رشتوں رضاعی کی حرمت سے سکوت فرمایا گیا ہے اور ماوراء کی حلت بصراحت بیان فرمائی گئی تو ثابت ہوا کہ رضاعی رشتے صرف دو ہی حرام ہیں جو مذکور فی القرآن ہیں۔

آگے رہی حدیث یحرم من الرضاعۃ ما یحرم من النسب اگرچہ صحیح بلکہ متفق علیہ ہے مگر ... بیان قرآن مجید کی حسب تقریر مذکور مخالف ہے تو پھر کیونکر حرمت رضاعت باقی رشتوں کی اُس سے ثابت ہو سکتی ہے۔ علاوہ یہ کہ متعدد رشتے رضاعت کے حدیث مذکورہ سے مستثنیٰ و مخصوص کر کر حلال کیے گئے ہیں کما ثبت فی محلہ پس اگر حدیث مذکور واجب القبول اور حرمت میں منصوص ہے تو پھر تخصیص یا استثنا کس دلیل شرعی سے کیا گیا

اب خلاصہ سوال کا یہ ہے کہ حدیث کی توفیق اول تو قرآن مجید سے کی جائے۔ اور ثانیاً جو رشتے اُس سے مخصوص کر کر حلال کیے گئے ہیں اُن کے لیے کوئی مخصص شرعی بیان کیا جاوے بینوا توجروا۔

آیات الرحمٰن جواب عصائے موسیٰ کی پہلے قیمت ۸ تھی پھر ۸ ہوئی۔ اب مجھے چند نسخہ اُجرۃ کتابت میں ۸ فی نسخہ کے حساب سے ملے ہیں میں اب بضرورت ۴ فی نسخہ دینا چاہتا ہوں جو صاحب چاہیں خرید لیں محصول اس قیمت سے علاوہ ہے گویا مع محصول ۵
خاکسار سراج الحق حقانی قادیانی ......

مطبع انوار احمدیہ قادیان میں شیخ یعقوب علی تراب احمدی کے اہتمام سے طبع ہو کر شائع ہوا۔

یعنی اللہ تعالیٰ کے لیے سب اسما یعنی سب صفات بہت اچھی ہیں انہیں صورت مطلب حدیث کا اگر صحیح ہو تو یہ ہے کہ اُسکی صفت میری جیسی صفت ہوگی یعنی تمام کاروبار اُسکا علی منہاج النبوۃ المحمدیہ واقع ہوگا اور اُسکے باپ کی صفت میرے باپ کیسی صفت ہوگی یعنی جسطرح میرے باپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبین ہونا معلوم نہیں تھا سو اُسکے باپ کو بھی اُسکا مسیح موعود ہونا یا خاتم الخلفا ہونے کا علم نہ ہوگا یا قبل اس دعوے کے اُسکے ماں باپ فوت ہو جائینگے اگر یہ مراد نہ لی جائے تو صرف مواطاۃ اسم سے کیا نتیجہ حاصل ہوسکتا ہے کہ یہ مواطاۃ اسماء کی تو صدہا جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسما کے ساتھ پائی جاتی ہے بلکہ جسطرح کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام محمد انکی ما کی طرف سے رکھا گیا اُس کا نام بھی احمد ہی رکھا جائے گا مگر ایک لطیف نکتہ کے ساتھ یعنی غلام احمد۔ دیکھو تفصیل اسکی رپورٹ الوداع مندرجہ الحکم نمبر میں۔ اور یہ بات خوب یاد رہے کہ ان خلفا اور سلاطین مذکورہ کو اس مسیح موعود سے کوئی نسبت نہیں ہے کیونکہ اُسکی نسبت تو صحیح بخاری میں

یضع الحرب

آگیا ہے یہ تو مسیح موعود اور خاتم الخلفا اُمت محمدیہ اور مہدی آخر الزمان ہے جس کے لیے آسمان و زمین شہادت دے رہے ہیں۔ کسوف خسوف آسمانی سے لیکر زمینی طاعون تک صدہا نشان اُسکی تصدیق کے لیے موجود ہیں۔ ؎

آسمان بارد نشان الوقت میگوید زمیں
این دو شاہد از پئے تصدیق من استادہ اند

اور فی الحقیقت ایسے عظیم الشان مہدی اور مسیح کی تصدیق کے لیے جبتک صدہا نشانہائے الٰہی موجود نہ ہوں تب تک اُسکی عظمت شان کیونکر ظاہر ہوسکتی ہے لہذا آپکو چاہیے کہ دو سہ کتاب حضرت اقدس کی یا ہمارے رسائل کا ملاحظہ فرماویں جیسا کہ تریاق القلوب و تحفہ گولڑویہ وغیرہ وغیرہ ہیں۔ اور اگر کسی کے خیال میں ناموں مہدی کی نسبت بھی مرکوز ہو کہ وہی ہو بہو نام ہو تو پھر دریافت طلب یہ امر ہے کہ مہدی سوڈان نے بھی شروع ۱۳ھ میں دعوی مہدویت کیا پھر آپ نے اُس کی سوانح میں دیکھا ہوگا کہ وہ قوم کا سید بھی تھا اور اُسکے باپ کا نام عبداللہ وکذا وکذا اور پھر اُس کا جو کچھ انجام ہوا وہ بھی سبکو معلوم ہے اسکی کیا وجہ کہ بالآخر وہ کامیاب نہ ہوا

اور یہ مسیح موعود بھی سنہ ۱۳ھ ہی سے دعوی مامور من اللہ ہونے کا کر رہا ہے اسکی ترقی روز بروز ابتک ہوتی چلی جاتی ہے۔ صادق کے نشانوں کو کوئی نہیں چھپا سکتا اور کاذب صادق کے مقابلہ میں ٹھیر نہیں سکتا اور پھر اسکی کارروائی کی تائید دعاؤں اور الہاموں اور کشفوں کے ذریعہ سے ہو رہی ہے۔ نصوص قرآنی شاہد ہیں کہ مفتری کاذب ہرگز ہرگز کامیاب نہیں ہوگا۔ دیکھو صیانۃ الناس عن وسوسۃ الخناس وغیرہ کو۔ اور جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مہدی اور مسیح موعود کیلیے مشرقی بلاد میں مبعوث ہونا ارشاد فرمادیا ہے چنانچہ صحیح مسلم وغیرہ کی حدیث سے ثابت ہے جو بلفظ **اوما الی المشرق** فرمایا ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر مسیح موعود پر مشرق کی طرف کو اشارہ فرمایا تو دیار عرب میں مبعوث ہونا اس امام آخر الزمان کا کیونکر ثابت ہوسکتا ہے۔ ہاں اُسکی تبلیغ کل دنیا میں پہونچ جاوے گی چنانچہ رفتہ رفتہ کل دنیا میں تبلیغ اُسکی پہونچ رہی ہے پھر عرب میں بھی تبلیغ اُسکی پہونچ رہی ہے گی ہی تبلیغ کا پہونچنا دیار عرب میں عرب کیطرف اُسکا پہونچنا یا مبعوث ہونا ہی جیسا کہ الہام میں وارد ہو ہی چکا ہے کہ

وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین

یعنی نہیں مبعوث کیا ہے ہمنے تمکو بطور امامت اور مہدویت کے مگر واسطے رحمت تمام جہان کے لوگوں کے دیکھو مصر افریقہ امریکہ یورپ وغیرہ تک ملکوں میں اُسکی تبلیغ پہونچ گئی ہے اور اُسکے مقابلے سے امریکا کا ڈوئی ابتک فرار ہے اور پگٹ لنڈن کا مفقود الخبر ہوگیا ہے اور پھر آپ انجام کو دیکھیں کہ مخالفین مذکورہ کی نوبت کہاں تک پہونچتی ہے۔

اور دروازہ خانہ کعبہ کے اکھاڑ پھینکنے میں جو روایات آئی ہیں وہ ایسی مختلف ہیں کہ شارحین حدیث بھی انکی توفیق و تطبیق میں حیران ہیں ایک حدیث میں تو یہ آیا ہے کہ لا یستخرج کنز الکعبۃ الا ذو السویقتین من الحبشۃ رواہ ابو داؤد یعنی نہیں اکھاڑے گا خزانہ کعبہ کو مگر ایک حبشی جسکی دونوں پنڈلیاں بہت چھوٹی اور پتلی ہونگی یہ حدیث محل مذمت میں بیان کی گئی ہے دیگر روایت میں آیا ہے کہ ان المہدی یخرج کنز الکعبۃ ھکذا فی اللمعات یعنی بیشک مہدی خزانہ کعبہ کو نکالے گا یہ محل مدح میں بیان کیا گیا ہے پس ان دونوں روایتوں میں تطبیق کیونکر ہوسکتی ہے بجز اسکے کہ کہا جاوے کہ کعبہ سے مراد اسلام ہے اور خزانہ اُسکے معارف ہیں جو قرآن مجید کے معارف اور دقائق ہیں جو اُسکے دروازہ یعنی سورہ فاتحہ میں مخزون ہیں اب ظاہر ہے کہ اس خزانہ معارف قرآنی کو یہ مہدی آخر الزمان تمام مسلمانوں کو تقسیم کر رہا ہے دیکھو اُنکی کتابوں براہین احمدیہ و تفاسیر سورہ فاتحہ وغیرہ کو اور یہ معنی اس روایت کے کچھ بعید الفہم بھی نہیں ہیں حدیث صحیح طواف دجال و طواف مسیح موعود میں کعبہ سے مراد دین اسلام ہے لیا گیا ہے یعنی مسیح موعود کا طواف کعبہ اسلام کے لیے تو حفاظت اسلام کے لیے ہوگا جیسا کہ کوتوال شہر کا حفاظت شہر کی کیا کرتا ہے اور دجال کا طواف ایسا ہوگا جیسا کہ چور کسی مکان کی نقب زنی کے لیے طواف کیا کرتا ہے کسی شاعر نے کہا ہے۔ ؎

تفاوت است میان شنیدن من و تو
تو بستن در و من فتح باب می شنوم

یعنی دروازہ محبوب سے جو آواز آتی ہے میں اور تو دونوں سنتے ہیں مگر اسمیں بڑا فرق ہے تو تو دروازہ کے بند ہونیکی آواز سنتا ہے اور میں دروازہ محبوب کے کھلنے کی آواز سنتا ہوں۔ ایسا ہی طواف دجال کا اسلام کی بیخکنی کے لیے ہوگا جیسا کہ الحال پادریان نصاریٰ سے مشاہدہ ہو رہا ہے اور مسیح موعود کی حفاظت اسلام کے لیے اطراف عالم میں بذریعہ کتب و رسائل و اشتہارات ہو رہی ہے تاکہ کوان معنی کا لطف اُسوقت حاصل ہو کہ جب اُن روایتوں کا لحاظ بھی کیا جاوے جن میں قرآن مجید کا اُٹھایا جانا صدور اہل اسلام سے مذکور ہوا ہے۔ اور پھر اس حدیث صحیح کو بھی پیش نظر رکھے کہ

لو کان العلم معلقا بالثریا لنالہ رجل من فارس

یعنی اگر علم دین و علم قرآن مجید دنیا سے اٹھ جائے اور ثریا پر چلا جائے تب بھی ایک رجل فارسی النسل اُس علم کو پالیوے گا ان حدیثوں پر غور کرکے پھر اہل زمانہ کا مشاہدہ کرے کہ علوم قرآن سے ابناء زمانہ کسقدر بعید اور دور پڑے ہوئے ہیں بعد غور و تامل کے ان احادیث اور روایات میں پھر اُسکو لطف ان معنی کا معلوم ہوگا اور پھر غور کرنے کا مقام ہے کہ ایسے زمانہ پر شور اور فتن کے بھرے ہوئے وقت میں خزانہ ارضی کا کسی جگہ سے اکھاڑنا اسلام کے لیے کیا مفید ہوسکتا ہے اور اس خزانہ ارضی سے اہل اسلام جو الاولع الزاع